www.KitaboSunnat.com

حدیث

اور

غیر اہل حدیث

بجواب

حدیث اور اہل حدیث

تالیف

خواجہ محمد قاسم

برائے رابطہ:

گوجرانوالہ ایڈورٹائزرز اردو بازار گوجرانوالہ 740294

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

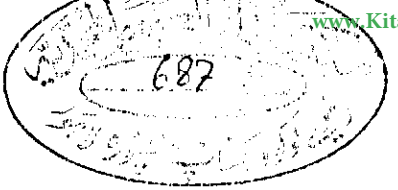

687

حدیث اور غیر اہل حدیث

بجواب

حدیث اور اہل حدیث

مصنف

خواجہ محمد قاسمؒ

برائے رابطہ :
گوجرانوالہ ایڈورٹائزرز اردو بازار گوجرانوالہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

منجانب: خواجہ محمد عدنان

گوجرانوالہ ایڈورٹائزر اردو بازار

نام کتاب ـــــــــ حدیث اور غیر اہل حدیث

طبع دوم ـــــــــ 2002

مصنف ـــــــــ خواجہ محمد قاسمؒ

برائے رابطہ ـــــــــ گوجرانوالہ ایڈورٹائزر اردو بازار

گوجرانوالہ 740294

قیمت ـــــــــ [illegible]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ از خالد گھرجاکھی	۱
پیش لفظ	۹
پانی کی نجاست	۳۷
نجاست منی	۳۸
شراب کی نجاست	۳۹
مردار خون خنزیر کا نجس ہونا	۴۰
کتے کی نجاست	۴۱
جانوروں کا پیشاب	۴۱
پگڑی پر مسح	۴۲
وضو میں پاؤں کا دھونا	۴۳
وضو میں بسم اللہ پڑھنا	۴۳
اردن کا مسح	۴۳
خون نکلنے سے وضو	۴۴
قے سے وضو ٹوٹنا	۴۴
نماز میں قہقہہ سے وضو	۴۴
مس ذکر سے وضو	۴۵
وضو میں کوئی جگہ خشک	۴۵
قضائے حاجت میں قبلہ رُو ہونا	۴۶
جمعہ کے دن کا غسل	۴۶
تیمم	۴۷
مدت حیض	۴۸
مس مصحف کیلئے طہارت	۴۸
پاکیزگی نماز کی شرط	۴۹
جگہ کا پاک ہونا صحت نماز کی شرط	۵۰
ستر عورت بھی شرط	۵۰
نماز فجر کا وقت	۵۱
گرمیوں میں ظہر دیر سے	۵۳
اوقات مکروہہ	۵۴
جمع بین الصلاتین	۵۵
دوہری اقامت	۵۶
کانوں کے برابر رفع الیدین	۵۷
ہاتھ باندھنے کا مقام	۵۸
ثناء	۵۹
بسم اللہ جہری یا سری	۵۹
فاتحہ خلف الامام	۶۰
رکوع کی رکعت	۶۱
آخری دو رکعتوں میں قراءت	۶۲
آمین	۶۳
رفع الیدین	۶۴
جلسہ استراحت	۶۷
زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا	۶۸
تورک	۶۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے قعدہ میں تشہد	۶۹
فرضوں کے بعد اجتماعی دعا	۷۰
مرد عورت کی نماز میں فرق	۷۱
بچے کی امامت	۷۳
امام بہترین شخص ہونا چاہیئے	۷۵
بھول کر بے وضو نماز پڑھا دینا	۷۶
کندھے ملانا	۷۹
محلے کی مسجد میں دوبارہ جماعت	۸۳
نماز میں مصحف سے قرأت کرنا	۸۵
حالت سہو میں گفتگو	۸۶
کیا وتر واجب ہے	۸۷
وتر کی تعداد اور طریقہ	۸۹
دعائے قنوت	۹۰
جماعت ہوتے فجر کی سنتیں	۹۴
فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا	۹۵
سورج نکلنے سے پہلے سنتوں کی قضا	۹۶
مغرب سے پہلے دو سنتیں	۹۷
تراویح	۱۰۰
فوت شدہ نمازوں کی قضا	۱۱۵
سجدہ سہو	۱۱۷
مقتدی کے سہو پر سجدہ نہیں	۱۱۸
سجدہ تلاوت کے لئے وضو	۱۱۸
مسافت قصر	۱۱۹
مدت سفر	۱۲۲
سفر میں قصر	۱۲۳
سفر میں سنتیں	۱۲۴
بستیوں میں جمعہ	۱۲۵
شرائط جمعہ	۱۳۰
وقت جمعہ	۱۳۱
جمعہ کی دو اذانیں	۱۳۱
جمعہ کی اذان منبر کے پاس	۱۳۴
دوران خطبہ نماز اور گفتگو	۱۳۹
جمعہ کی سنتیں	۱۴۱
عید کے دن جمعہ	۱۴۲
تکبیرات عیدین	۱۴۳
نماز جنازہ میں رفع الیدین	۱۴۴
نماز جنازہ میں قرأت	۱۴۵
نماز جنازہ بالجہر	۱۴۷
مسجد میں نماز جنازہ	۱۴۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

از خالد گرجاکھی

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل محمد رسول اللہ ﷺ پر کر دی۔ اب اس کے بعد نہ کسی مسئلہ میں کوئی ترمیم کر سکتا ہے اور نہ کوئی تنسیخ کر سکتا ہے البتہ کچھ لوگ مسائل میں تاویل، غلو اور حیلہ سازی کرتے پھرتے ہیں جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے قال رسول الله ﷺ يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين و تاويل الجاهلين (مشکوۃ عن ابراہیم بن عبدالرحمٰن مرسلا) اس کو امام خطیب بغدادی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ترجمہ) کہ اس حدیث کے علمبردار جو بعد میں آئیں گے وہ عادل ہوں گے جو غلو کرنے والوں کی تحریف کو اس سے دور کریں گے غلط کار حیلہ بازوں کے حیلوں کی اصلاح کریں گے اور جہلا کی غلط تاویلوں کو درست کریں گے۔

دوسری حدیث میں ہے لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق۔ کہ ایک گروہ میری امت میں سے ہمیشہ حق کی حمایت کرتا رہے گا (بخاری۔ مسلم وغیرہ)

ایک حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الناس لكم تبعا و ان رجالا ياتونكم من اقطار الارض يتفقهون في الدين فاذا اتو كم فاستو صوابهم خيرا۔ (ترمذی۔ مشکوۃ کتاب العلم) کہ لوگ تمہارے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تابع ہیں اور یقیناً تمہارے پاس کچھ آدمی زمین کے اطراف واقطار سے آئیں گے تاکہ تم سے دین سیکھیں وہ جب تمہارے پاس آئیں تو ان سے اچھا برتاؤ کرنا۔ ان کی خیر خواہی کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ہمیشہ دین کی خدمت میں لگے رہیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اصل دین صرف قرآن وحدیث میں ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین کہ جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے اور صحابہ کرام کے زمانہ میں صرف قرآن اور حدیث میں علم ہوتا تھا باقی کچھ علوم بعد کی ایجاد ہیں۔

ہماری بدنصیبی ہے کہ آج کچھ لوگ صرف اجتہادی تفریعات کو فقہ سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ اجتہادات دین میں داخل نہیں ہیں دین صرف قرآن وحدیث کا نام ہے جس نے قرآن کی ایک آیت یا ایک حدیث نبویؐ کا انکار کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ جب کہ مروجہ فقہا کے اجتہادات کا انکار کردینے سے کوئی انسان بھی اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی امتی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سند حاصل ہے کہ اس کے تمام اجتہادات واجب العمل ہوں۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں **ما من احد الا وما خوذ من کلامہ و مردود علیہ الاصاحب ھذا القبر**۔ ممبر نبوی پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس کی ہر بات قابل قبول ہو سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔

آج اجتہادی تفریعات کو فقہ کہہ کر ہر بات منوانے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ اس میں سینکڑوں باتیں ایسی ہیں جن کو لوگ خود بھی نہیں مانتے بلکہ بعض ایسی غلیظ باتیں ہیں جن کا ذکر بھی عوام کے سامنے نہیں کرتے۔

دوسرا ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قیامت تک ایسے لوگ رہیں گے جو اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالص کتاب و سنت کے علم کے حاملین ہوں گے اور غلط کار لوگوں سے اسکا دفاع کرتے رہیں گے اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت تک ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے رہیں گے جو غلو اور حیلہ بازی اور خیانت سے دین میں زیادتی کرتے رہیں گے۔

میرے سامنے "حدیث اور اہلحدیث" ایک کتاب مرتبہ انوار خورشید صاحب کی ہے جس میں انہوں نے بزعم خود یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اہلحدیث ہی حدیث کا انکار کر رہے ہیں حالانکہ یہ محض دھوکہ ہے جو لوگ احترام حدیث میں بڑے سے بڑے امام کی بات کو رد کر دیتے ہیں وہ حدیث کو کیوں نہ مانیں آپ لوگ تو کسی نہ کسی امام کے زیر سایہ زندگی گزار سکتے ہیں اور اہلحدیث تو اجتہادات کو دین میں داخل نہیں ہوتے دیتے وہ کہاں جائیں اس لئے انہیں تو حدیث پر عمل میں ہی سکون ملتا ہے البتہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث

جز طمع نبود مراد آں خبیث

کہ "مقلد صرف اپنے مطلب کو حدیث کا نام لیتے ہیں ورنہ انھیں حدیث کی ضرورت نہیں ہوتی۔" خواجہ صاحب نے تو ان کا بہت لحاظ کیا ہے ورنہ پرانے بزرگوں نے کسی کو معاف نہیں کیا ہے کیونکہ مصنف کتاب تو صرف حدیثوں سے مذاق کرتا ہے اور اہلحدیثوں کو کوسنے دیتا ہے چنانچہ پہلے ہی مسئلہ میں قلیل پانی میں نجاست گرنے سے ناپاک ہونے کا مسئلہ پیش کرتے ہوئے کتے کے جھوٹے کے ناپاک ہونے کا ذکر کرتے ہیں حالانکہ آج تک کسی نے بھی کتے کے جھوٹے کو پاک نہیں کہا اور بحکم حدیث شریف کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس سے وہ چیز گرا کر اسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے جب کہ احناف نے یہاں بھی حدیث کی مخالفت کی ہے اور اسے تین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ لکھا ہے کیونکہ مقصد صرف حدیث کی مخالفت کرنا ہے الحمد نہ اہلحدیث تو ان حدیثوں کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ میں نہیں رکھتے جب کہ احناف بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث کو چھوڑ ضعیف اور موضوع روایات تک پر عمل کرنے لگتے ہیں اور الٹا الزام اہلحدیث کو دیتے ہیں بلکہ حدیث سے ایک قسم کا مذاق کرتے ہیں جو انسان کا ایمان خارج کر دینے کے لئے کافی ہے اسی طرح کھڑے پانی میں والی حدیث میں پیشاب کرنے سے منع والی حدیث پیش کی ہے ورنہ اہلحدیث تو حدیث کا انکار کر ہی نہیں سکتا اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ بڑے جو ہڑوں اور تالابوں کے متعلق ارشاد ہے کہ جب تک رنگ و بو مزہ تبدیل نہ ہو تو وہ پانی پاک رہتا ہے بستہ رنگ، بو، اور مزہ کے تبدیل ہونے سے وہ پانی ناپاک ہو جائے گا جس میں غلاظت اس کے رنگ، بو مزہ پر غالب آجائے یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کوئی کہے جاری پانی پاک ہے تو وہ گٹر کے پانی کو استعمال کرنا شروع کر دے۔ میرے بھائی جاری پانی پاک ہے جاری پیشاب پاک نہیں ہے اہلحدیث تو ان سب حدیثوں کو مانتے ہیں اور حنفی ان حدیثوں سے مذاق کرتے ہیں کہ گلاس پانی میں قطرہ پیشاب گر جائے۔ حدیث میں تو دو قلے پانی کی مقدار ہے جو قریباً پانچ من پانی بنتا ہے یہ اس کو ایک گلاس میں بند کر رہے ہیں اور ان کا اپنا مسئلہ یہ ہے دس ہاتھ چوڑا دس ہاتھ لمبا اور چار انگل گہرا ہو کہ چلو بھرنے سے نیچے کی مٹی نہ ہلے تو اس کے ایک کنارے مرا ہوا کتا بھی ہو تو دوسرے کنارے سے وضو درست ہے (بہشتی زیور) اور در مختار میں ہے کہ جاری پانی میں کسی نے پیشاب کر دیا تو نشیب کی طرف سے وضو جائز ہے بلکہ چھت کے پرنالہ سے پانی بہہ رہا ہو اگر اس میں نصف گندگی آرہی ہو تو بھی وضو جائز ہے شیشے کے مکان میں بیٹھ کر دوسروں کو پتھر مارنے والے کو اپنے گھر کی بھی فکر کرنی چاہیئے۔

دوسری جگہ گہرا افشانی کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ آپ ﷺ صبح کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ لیٹ جاتے مؤلف کتاب کا خیال ہے کہ یہ بطور عادت تھا مسئلہ نہیں ہے حالانکہ ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صبح کی سنتیں پڑھ کر لیٹ جایا کرو یعنی حکم فرمایا ہے پھر مؤلف کتاب آگے لکھتے ہیں کہ بحوالہ ابن ابی شیبہ ابن مسعودؓ نے اس لیٹنے کو گھوڑے اور گدھے کے لوٹنے سے تشبیہ دی ہے اب بخاری شریف کی حدیث کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور وہ بھی اس اثر سے جس کی کچھ وقعت نہیں معلوم نہیں حدیث رسولؐ سے دشمنی کر ہی لی اب تو براہِ راست رسول اللہ ﷺ پر ہٹ کر دی۔ ان لوگوں کو مسلمان کہلاتے ہوئے بھی شرم نہیں آئی۔ ملا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ نے ایسے حدیث کا مذاق اڑانے والے اور حدیث کی اہانت کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر بے توبہ مرے تو نجات نہیں ہوتی یہ ڈانٹ فتوے بازوں کے لئے فرمائی ہے جو علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور فتوی بازی پر زور دینے لگتے ہیں۔ چنانچہ خلاصہ کیدانی فقہ حنفی کا ایک چھوٹا سا رسالہ ہے اس میں کیدانی صاحب نے لکھا ہے کہ اہلحدیثوں کی طرح رفع سبابہ کرنا حرام ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس پر تعاقب فرماتے ہیں

فاعلم ان تعریف الحرام ما ثبت بدلیل قطعی ما ثبت من الکتاب والحدیث و من القوائد المقررۃ ان تحریم المباح کفر فکیف تحریم السنۃ الثابتۃ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم مع انہ فی موجب تکفیر الکید انی اھانۃ المحدثین ھم عمدۃ ائمۃ الدین المفھومۃ من قول کاھل الحدیث المفظیۃ الی قلۃ الادب بسوء الخاتمۃ اذ من المعلوم ان اھل القرآن اھل اللہ و اھل الحدیث اھل رسول اللہ ﷺ .

اھل الحدیث ھم اھل النبی و ان

لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعاننا الله علی محبة المحدثین واتباعهم من الائمة المجتہدین ۔ (رسالہ رفع سبابہ بر حاشیہ خلاصہ کیدانی مطبوعہ ملک سراج دین کشمیری بازار لاھور)۔

ترجمہ: "جان لو حرام وہ چیز ہے جو کتاب و سنت کے مقررہ قواعد سے قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ اور کسی مباح چیز کو حرام کہنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور پھر سنت ثابتہ جو نبی ﷺ سے ثابت ہو اس کو حرام کہنے والا کفر سے کب بچ سکتا ہے حالانکہ کیدانی کے کافر ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے محدثین کی توہین کی ہے کا اہل الحدیث کہہ کر اور یہ بات قلت ادب پر دلالت کرتی ہے اور ایسے آدمی کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن کو ماننے والے اللہ والے ہیں اور اہلحدیث نبی ﷺ کے گھر کے افراد ہیں اگرچہ انھوں نے بہ نفس نفیس آپؐ سے فیض حاصل نہیں کیا لیکن دل تو نبی ﷺ کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ محدثین کی محبت پر کرے"۔

کاش کہ اہلحدیثوں پر اعتراض کرنے والے اس عبارت سے سبق حاصل کریں جبکہ یہ اہلحدیث تو کجا حدیث مصطفیٰ کو تختہ مشق بنا رہے ہیں۔

تراویح کے مسئلہ میں یہ بے چارے بڑی مشکل میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ تراویح کا مسئلہ متفقہ ہے اس میں اختلاف ہی نہیں ہے کیونکہ احناف کو بھی اسکا اعتراف ہے کہ نبی ﷺ نے تین رات جو تراویح پڑھائی تھیں وہ گیارہ رکعت مع وتر ہی تھی اسی طرح رد المختار شرح ص ۵۲۱ شرح در مختار میں بالکل واضح الفاظ میں آتا ہے ان مقتضی الدلیل کون المسنون فیھا ثمانیة والباقی مستحبا کہ دلیل کے مطابق مسنون تراویح آٹھ ہیں اور باقی مستحب ہیں یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث نے کبھی بیس والوں کو زیادہ رکعات پڑھنے سے روکا نہیں البتہ جب وہ آٹھ کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں تب جھگڑا پیدا ہوتا ہے اصل میں ان لوگوں کو حدیث رسول کا پاس نہیں ہوتا ان کو تو قول امام کا بچاؤ مقصود ہوتا ہے اسی سے بخاری و مسلم کی احادیث کو رد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیتے ہیں اور قصہ کہانیوں والی کتابوں سے یا بہت کم تر درجہ کی کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔

مجھے ایک شخص نے پوچھا مولانا رفع الیدین کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟ میں نے کہا میری نہیں ہوتی تیری ہو جاتی ہے اس نے کہا کیا مسئلہ دونوں کیلئے الگ الگ ہے میں نے کہا سنو! الحمد للہ مجھے علم ہے کہ کسی ایک بھی صحیح حدیث سے عدم رفع ثابت نہیں ہے نہ ہی کسی صحابی کا بسند صحیح بغیر رفع الیدین کے نماز پڑھنا ثابت ہے تو جب مجھے اس کا علم ہو تو میں اگر نہ کروں تو منکر رسول بنتا ہوں جس کیلئے قرآن کا فیصلہ ہے و من یشاقق الرسول کہ جو بھی علم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرتا ہے اسکا ٹھکانہ جہنم ہے البتہ تیری اسلئے ہو جاتی ہے کہ تجھے علم نہیں اور بے علم معذور ہوتا ہے۔

میں حیران ہوں کہ ایک طرف اسے حدیث رسول کہتے ہیں اور پھر مخالفت بھی کرتے ہیں ایک حنفی مولوی نامی گرامی مدرسہ کا فارغ بڑی سختی سے چیخ کر وعظ فرما رہے تھے اوئے وہابیو تے وہابنو! تمہاری بخاری میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے تم بھی کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرو۔

یہ اعتراض اگر کوئی عیسائی یا آریہ کرتا تو اسے زیب تھا خود ہی اس کو حدیث کہہ رہا ہے خود ہی اسکی ہتک اڑا رہا ہے خدارا سوچئے کفر اور کس بلا کا نام ہے ایسے لوگوں کو توبہ کر کے دوبارہ کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرنا چاہیئے کیونکہ حدیث رسول سے بغض رکھنے والا اور اسکا مذاق اڑانے والا مسلمان نہیں رہتا۔

خواجہ صاحب نے اس سے پہلے نماز کے متعلق دو کتابیں لکھی ہیں حی علی الصلوۃ اور قد قامت الصلوۃ۔ اگر یہ کتاب پہلے شائع ہوتی تو ساتھ ہی اس کا معاملہ بھی صاف کر دیتے چونکہ بعد میں آئی ہے اور ان چیزوں میں سے اکثر کے جواب پہلے آچکے ہیں باقی بھی حاضر خدمت ہیں۔ کاش کہ جتنا انہیں امام ابو حنیفہؒ سے پیار ہے اتنا رسول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ سے بھی ہوتا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بس کی بات نہیں ہے ورنہ کبھی کا محمد رسول اللہ ﷺ بدل کر ابو حنیفہ رسول اللہ کر دیتے۔ کیونکہ یہ حدیث رسول رد کر سکتے ہیں بلکہ بحوالہ اصول کرخی یہ قرآن کو بھی تاویل کی چکی پر چڑھا دیتے ہیں لیکن امام صاحب کی بات کو رد نہیں ہونے دیتے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی بات کو رد کرنے کا خیال بھی انسان کو کافر بنا دیتا ہے اور امام صاحبؒ کے اجتہادات سارے رد ہو جائیں تو کوئی خوبی نہیں لگتا یہی وجہ ہے کہ ان کے دو بڑے شاگردوں نے دو تہائی مسائل میں ان سے اختلاف کیا ہے ان کو تو کوئی بھی کافر نہیں کہتا معلوم نہیں ہم سے کیا دشمنی ہے میرے خیال میں فقہ مروجہ کے اکثر جزئیات بعد کے یار لوگوں کے گھسوڑے ہوئے ہیں ورنہ اس میں اتنی غلیظ اور مخش باتیں نہ ہوتیں۔ ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو سمجھ عطا فرمائے اور خواجہ صاحب کو اور بھی خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

خالد گرجاکھی
۱/۵/۹۲

نوٹ:۔ اس کتاب میں ایک عنوان "مولوی خالد کا جھوٹ" بھی ہے اور مصنف لکھتا ہے کہ ہدایہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں حالانکہ ہماری کتاب صلوۃ النبی میں سات آٹھ جگہ پر ہدایہ کے حوالہ جات ہیں اس بے چارے کو اپنے گھر کا بھی علم نہیں ہمارے حوالے اردو ہدایہ کے ہیں جس کا ترجمہ مولانا امیر علی صاحب نے کیا ہوا ہے اور اسی طبع کے فوٹو اب بھی شائع شدہ موجود ہے اور اسی صفحہ پر علامہ مرغینانی سے لکھا ہوا ہے ان بے چاروں کو اپنے گھر کا علم نہیں ہوتا اور جھوٹا دوسرے کو کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سمجھ عطا فرمائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم . قرآن پاک نے دور جاہلیت کی گمراہیوں کو آگ کا گڑھا قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو مبعوث فرما کر بہتوں کو اس سے نجات دلائی و کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا (آل عمران:۱۰۳) اہلحدیث کی بھی یہی کوشش ہے کہ تعلیمات نبویؐ کے ذریعے قوم کو جاہلیت کے دلدل سے نکالا جائے لیکن جاہلیت کے داروغے انھیں اس سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتے یہ امر خوش آئند ہے کہ جوں جوں کتاب و سنت کی تعلیم عام ہو رہی ہے بحمد اللہ لوگوں کی آنکھیں کھل رہی ہیں ظلمت کے پردے چاک ہو رہے ہیں اور قوم پر حقائق منکشف ہو رہے ہیں اب خدا کے بندے نہیں چاہتے کہ تقلید کے اندھے کنویں میں ڈبکیاں کھاتے رہیں مگر یہ شرملے ان کی جان نہیں چھوڑتے کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا۔ (السجدہ:۲۰) ان لوگوں نے تقلید کو عین اسلام اور اتباع سنت کو گمراہی قرار دے رکھا ہے حالانکہ اسلام علم اور ہدایت ہے اور تقلید جہالت و ضلالت کا دوسرا نام ہے تقلید کے ٹھیکے دار کب تک مسلمانوں کو بے وقوف بناتے رہیں گے کب تک انکی راہ میں رکاوٹیں ڈالتے رہیں گے اور کب تک ان کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہیں گے۔ انشاء اللہ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب توحید و سنت کا سیل رواں ان کی مصنوعی شریعت کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا کیا انہیں نظر نہیں آرہا کہ بے شمار حنفی علماء نے تائب ہو کر مسلک اہلحدیث قبول فرما بھی لیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افلا یرون اناناتی الارض ننقصها من اطرافها افهم الغالبون (الانبیاء:۴۴) حنفی بھائیوں نے ضخیم سے ضخیم تر کتابیں لکھ کر چھاپنا شروع کر دی ہیں جن کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو تا کہ اس موئی تقلید کی حفاظت کی جا سکے۔ یہ اپنی جگہ ہیں بھی حق بجانب۔ کیونکہ ہمارا مسلک قرآن و حدیث ہے جن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون۔ (الحجر:۹)

ان کا مسلک تقلیدی اقوال ہیں جن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا تو پھر اگر یہ خود ان کی حفاظت نہیں کریں گے تو کون کرے گا حنفیہ کے لئے یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ دنیا میں حضرت امام شافعیؒ کی کتاب الام موجود ہے امام مالکؒ کی مؤطا موجود ہے امام احمد بن حنبلؒ کی مسند احمد موجود ہے مگر جناب امام ابو حنیفہؒ غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کسی کتاب کا دنیا میں نام و نشان تک موجود نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ پھر ساری تکلیف ان کے مقلدوں کو ہی کرنی پڑے گی اور بے چارے کر رہے ہیں "صدے" کی بات یہ ہے کہ جوں جوں علم عام ہو رہا ہے خود حنفی عوام اپنے غلط اور خود ساختہ مسائل چھوڑتے جا رہے ہیں اب زمانہ کافی تبدیل ہو گیا ہے اب قوم قرآن و حدیث کی تعلیم کا بندوبست نظر آئے بغیر چندہ بھی دینے کے لئے تیار نہیں لہذا احناف نے بامر مجبوری اپنے مدارس میں کچھ کچھ حدیث کو بھی برائے نام سی جگہ دے دی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بے شمار حنفی علماء نے بھی مسلک حنفیت سے دستبردار ہو کر مسلک اہلحدیث کو قبول فرمانا شروع کر دیا ہے مثلاً قاری عبدالحفیظ صاحب فیصل آبادی مولانا عبدالسلام صاحب رستمی مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ فیصل آبادی مولانا محمد مسکین صاحب راولپنڈیؒ مولانا اللہ بخش صاحب ملتانی اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب آف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالحکیم وغیرہم۔ کیونکہ سچائی معلوم ہو جانے کے بعد اسے جھٹلانا بہت مشکل ہو جاتا ہے برداشت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ضبط کے بندھن آخر ٹوٹ کر رہتے ہیں ناجائز ضد پر اڑنے کیلئے ہٹ کا پکا ہونا بہت ضروری ہے اس کے لئے کسی سخت قسم کے مقلد کا جگر چاہیئے۔ ہر کوئی مولانا سردار احمد صاحب بریلوی یا مولانا سرفراز احمد صاحب دیوبندی نہیں ہو سکتا حنفیہ آئے دن قرآن وحدیث اور ان کے ماننے والوں کے خلاف جو زہر اگلتے رہتے ہیں اور رنگ برنگی اور گرماگرم کتابیں شائع کرتے رہتے ہیں اہلحدیث سمجھتے ہیں شاید ہمارے خلاف کاروائی ہو رہی ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ان سے اب اپنے نیک دل حنفی بھائی ہی نہیں سنبھالے جا رہے وہی کچھ عرصہ متذبذب یا نیم اہلحدیث رہنے کے بعد کھلم کھلا اہلحدیث ہو جانے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ **الحمد للہ ثم الحمد للہ.**

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

لاشیں اور اقوال

نہایت افسوس کی بات ہے کہ بریلوی حضرات بزرگوں کی لاشوں کو پوجتے ہیں اور دیوبندی حضرات بزرگوں کے اقوال کو پوجتے ہیں حالانکہ پرستش اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیئے اور اتباع اللہ کے رسول کی ہونی چاہیئے اس علم کے دور میں تقلید کے مردہ کی حفاظت احناف کے لئے بہت بڑا چیلنج اور مسئلہ بن گئی ہے۔

حال ہی میں ایک کتاب دیکھنے کا موقع ملا جس کا نام ہے "حدیث اور اہلحدیث" اسے لکھنے والے ہیں جناب انوار خورشید صاحب۔ اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ حدیث پر حنفیوں کا عمل ہے اہلحدیث کا نہیں یہ کتاب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۱۲ صفحات پر مشتمل ہے شروع کے ۱۳۵ صفحات حضرت امام ابو حنیفہ غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ کی مبالغہ آمیز شان اور غیر مقلدین کی برائیاں بیان کرنے میں صرف فرمائے ہیں۔

امام صاحبؒ کے چار ہزار اساتذہ

غیر مقلدین کی برائیاں بیان کرنا تو خیر ہاضمہ کی درستی کے لئے ہو سکتا ہے لیکن حدیث نبوی پر عمل ثابت کرنے کے لئے سیرۃ النبیؐ کی بجائے حضرت امام ابو حنیفہ غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے کا کیا جواز ہے۔ مثلاً مصنف لکھتے ہیں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث حاصل ہی نہیں کیا تو ان کے جو چار ہزار اساتذہ بتائے جاتے ہیں اس کا کیا مطلب؟ (ص ۵۴) مگر علامہ شبلی نعمانی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دعوی محدثانہ اصول پر ثابت نہیں ہو سکتا (سیرۃ النعمان ج ۱ ص ۳۸) نیز لکھتے ہیں ابو المحاسن شافعیؒ نے عقود الجمان میں ۳۱۹ شخصوں کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔ علامہ شبلی کو رجال کی مستند کتابوں کے تتبع سے صرف تقریباً ۸۰ استاذہ کے نام مل سکے ہیں آخر میں لکھتے ہیں اگر زیادہ چھان بین کرتے تو شاید عقود الجمان کی فہرست کے برابر اترتے (ص ۴۰)

ستر ہزار حدیثیں

مصنف فرماتے ہیں مقام حیرت ہے کہ حضرت امام صاحبؒ تو ستر ہزار حدیثیں اپنی تصانیف میں بیان فرماتے ہیں (ص ۵۰) ایک اور مقام پر امام طحاوی کی زبانی نقل کرتے ہیں: میں دیکھتا تھا کہ میرے ماموں (امام مزنیؒ) امام اعظمؒ کی کتابوں کا مسلسل مطالعہ فرماتے ہیں اسلئے میں نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا (ص ۱۱۲) سوال یہ ہے کہ وہ کون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی تصانیف ہیں جن میں حضرت امام صاحب نے مسند امام احمدؒ سے بھی دوگنا ذخیرہ احادیث جمع کر رکھا ہے کچھ ان کا اتہ پتہ معلوم ہونا چاہیئے انہیں زمین کھا گئی یا آسمان نے اچک لیا اگر ان کی ستر ہزار احادیث والی تصانیف مل جائیں تو ان سے کم از کم ان لوگوں کا منہ تو بند کیا جا سکتا ہے جو حضرت امام صاحبؒ پر صرف ۱۷ حدیثوں کی روایت کا الزام لگاتے ہیں۔ علامہ شبلیؒ امام صاحبؒ کی قلت روایت کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون کا قول نقل کرتے ہیں "امام ابو حنیفہؒ کی روایتیں اسلئے کم ہیں کہ انہوں نے روایت اور تحمل کی شرط میں سختی کی" (سیرت النعمان ج ۲) نیز فرماتے ہیں یہ فقہ اگرچہ عام طور پر فقہ حنفی کہلاتی ہے لیکن در حقیقت وہ چار شخصوں یعنی امام ابو حنیفہؒ، زفرؒ، قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ کی رایوں کا مجموعہ ہے (ج ۲ ص ۶۵) مولانا زکریا صاحب حنفی (تبلیغی جماعت والے) لکھتے ہیں اکابر صحابہؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا اس وجہ سے اکثر صحابہؓ سے بہت کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں اور لکھتے ہیں یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظمؒ سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں (حکایات صحابہ ص ۹۹) میں اس بحث میں نہیں الجھنا چاہتا کہ امام صاحبؒ کے قلیل الروایۃ ہونے کی وجہ احتیاط ہے یا کوئی اور سبب ہے یہاں صرف یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ خود حنفی علماء کے بقول امام صاحبؒ قلیل الروایۃ ہیں تو جس امام نے ستر ہزار احادیث اپنی تصانیف میں بیان فرمائی ہوں انہیں قلیل الروایۃ تو نہیں کہا جا سکتا۔

پچپن حج

مصنف لکھتے ہیں امام ابو الحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے ۵۵ حج کئے ہیں (ص ۵۷) حوالہ تو بڑے معتبر امام کا دیا ہے اور سند بھی بڑی ثقہ ہے! امام صاحبؒ نے کل ستر برس عمر پائی تقریباً بیس برس کی عمر میں امام شعبیؒ کے توجہ دلانے سے علم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیطرف راغب ہوئے بیس سال تحصیل علم میں گذار دیے، آخری پانچ برس جیل میں کاٹے بقیہ ۲۵ برسوں میں وہ ۵۵ حج کیسے کر سکتے تھے۔؟

سفر حرمین

سیرۃ النعمان کی مندرجہ ذیل عبارت بھی بندہ کو متعارض معلوم ہوتی ہے امام ابو حنیفہؒ کو اگرچہ ان درسگاہوں سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا تاہم تکمیل کی سند حاصل کرنے کے لئے حرمین جانا ضروری تھا جو علوم مذہبی کے اصلی مرکز تھے تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ امام صاحب کا پہلا سفر کس سنہ میں واقع ہوا تاہم ظن غالب ہے کہ جب انہوں نے حرمین کا سفر کیا تو تحصیل کا آغاز تھا (ج ا ص ۳۱) سوال یہ ہے کہ کیا تکمیل کی سند حاصل کرتے وقت تحصیل کا آغاز ہوتا ہے؟

چالیس برس عشاء کے وضو سے صبح کی نماز

مولانا زکریا صاحب حنفی فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے چالیس برس عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی (فضائل نماز ص ۷۰) یہی بات مولانا سرفراز احمد صاحب دیوبندی نے بھی اپنی ایک کتاب میں لکھی ہے (کتاب کا نام اس وقت ذہن میں نہیں)۔

مولانا شبلیؒ فرماتے ہیں ہمارے تذکرہ نویسوں نے امام کے اخلاق و عادات کی جو تصویر کھینچی ہے اس میں خوش اعتقادی اور مبالغہ آمیزی کا اس قدر رنگ بھرا ہے کہ امام صاحبؒ کی اصلی صورت اچھی طرح جانی پہچانی نہیں جاتی، چالیس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی تیس برس تک مسلسل روزے رکھے ..... یہ اور اس قسم کے بہت سے افسانے ان کی نسبت مشہور ہیں ..... یہ واقعات نہ تاریخی اصول سے ثابت ہیں نہ ان سے کسی کے شرف پر استدلال ہو سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ امام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحبؒ کے جن فضائل یا عام حالات کو ہم صحیح تسلیم کرتے ہیں وہ بھی انہی کتابوں سے ماخوذ ہیں جن میں یہ فضول قصے مذکور ہیں لیکن ہر واقع کی الگ حیثیت ہوتی ہے (سیرۃ النعمان ج ا ص ۵۲)

توہین

مصنف کو شکوہ ہے کہ "غیر مقلدین" امام صاحبؒ کی توہین کرتے ہیں (ص ۲۱) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اسی قسم کے غیر ذمہ دار اور نادان دوست ہی امام صاحبؒ کی "بے ادبی" کرواتے ہیں، کوئی کسی کو آسمان پر چڑھائے تو ظاہر ہے کہ اسے زمین پر اتارنے کی کوشش کی جائے گی اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھانے کی اجازت تو نہیں دی جاسکتی ویسے اس میں شبہ نہیں کہ جس طرح لوگ غیر ذمہ دار ہیں جو امام صاحبؒ کو حد سے بڑھا دیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی یقیناً غیر ذمہ دار ہیں جو ردعمل کے طور پر امام صاحبؒ کو ان کی اصلی شان سے بھی گھٹا دیتے ہیں، افراط و تفریط دونوں غلط رویے ہیں حضرت امام صاحبؒ کا مقام یقیناً بلند ہے لیکن اتنا بلند نہیں کہ اسکی سرحدیں مقام نبوت کو چھونے لگیں یعنی کہ انہیں معصوم ہی سمجھ لیا جائے اور انکی تقلید شروع کر دی جائے کسی امتی کو تنقید سے بالاتر تصور کر لینا زیادتی ہے اس قسم کا پروپیگنڈا خود لوگوں کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے کہ آؤ انہیں اپنی تنقید کا نشانہ بناؤ۔

معصوم

امام صاحبؒ تو خیر قابل رشک حیثیت کے مالک ہیں ہی احناف کا یہ حال ہے کہ ان کا ایک عام مولوی بھی اپنے متعلق معصوم ہونے کے زعم میں مبتلا ہو جاتا ہے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے بارے میں لکھا ہے آپ نے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۷ مصنف مولوی عاشق علی)

جناب احمد رضا خاں صاحبؒ کے حالات میں لکھا ہے اعلیٰ حضرت کے زبان و قلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور زبان و قلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن بنادیا ذالك فضل الله يوتيه من يشاء . (احکام شریعت ص ۱۱)

اندازہ فرمایئے جس امت کا اپنے بارے میں یہ حال ہو ان کا اپنے امام کے بارے میں کیا تصور ہوگا لطیفے کی بات یہ ہے کہ یہ دونوں مولانا صاحب کٹر حنفی مقلد ہیں اور "معصوم" ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے نزدیک باطل پر ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ ایک امام کی تقلید کرنے سے انسان اختلاف سے محفوظ ہو جاتا ہے مگر کسی عجیب بات ہے کہ دیوبندی اور بریلوی دونوں ایک امام کے مقلد ہیں مگر دونوں میں اختلاف کا یہ عالم ہے جیسے دو ملکوں کے درمیان جنگِ عظیم چھڑی ہوئی ہو۔ اور یہ اختلاف ذاتی اور انتظامی نوعیت کا نہیں مذہبی ہے فروعی نہیں اصولی ہے عارضی نہیں مستقل ہے ان دونوں کے درمیان سنت اور بدعت کا فرق ہے توحید اور شرک کا فرق ہے اسلام اور کفر کا فرق ہے بلکہ جب سے حیات و ممات کا مسئلہ منظر عام پر آیا ہے خود دیوبندی گروہوں کی ایک دوسرے کے پیچھے نماز ناجائز ہو گئی ہے۔

امام صاحبؒ سے بَیر

مصنف لکھتے ہیں نہ جانے غیر مقلدین کو حضرت امام صاحبؒ سے کاہے کا بَیر ہے (ص ۲۱) بات یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں سینکڑوں امام گزرے ہیں جب ہمیں ان میں سے کسی کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں تو ایک امام ابو حنیفہؒ سے کیوں دشمنی ہونے لگی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا انہوں نے ہمارا باپ مارا ہوا ہے جو خواہ مخواہ ان سے بَیر رکھنے لگیں ہمیں امام صاحبؒ سے نہیں البتہ ان کی اندھی تقلید سے ضرور دشمنی ہے امام صاحبؒ سے بَیر کا کیا مطلب ؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھلا جس شخص کا یہ قول ہو اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ اس اللہ کے ولی سے ناراض ہو کر ہم نے اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لینی ہے اور اپنی عاقبت تباہ کرنی ہے ایسے عظیم انسان سے اہلحدیث کو نہیں احناف کو ناراض ہونا چاہیئے اس قول کی بنا پر امام صاحب اہلحدیث تھے اور غیر مقلد بھی تھے تو جو شخص اہلحدیث بھی ہو اور غیر مقلد بھی اس سے کوئی احمق ہی ناراض ہو سکتا ہے۔

حنفیہ نے ایک حدیث وضع کی کہ امام شافعیؒ امت کے لئے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہوں گے (بحوالہ نزہۃ النظر حاشیہ نخبۃ الفکر ص ۷۲) علامہ کوثری حنفی نے امام احمد بن حنبلؒ کو فقیہ ماننے سے انکار کر دیا (التنکیل ج ۱ ص ۱۶۷) مولانا نور حسن سنبھلی حنفی نے امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ، امام شوکانیؒ، امام ابن حزمؒ اور امام داؤدؒ کا نام لے کر انھیں کتے کہا۔ (نظم الفرائد ص ۱۰۲) علمائے اہلحدیث کے خلاف بدزبانی کرنا حنفی مکتب فکر کا ایک مستقل اور پسندیدہ موضوع ہے اب کیا میں حنفیہ سے دریافت کر سکتا ہوں کہ انہیں ان ائمہ دین سے کاہے کا بَیر ہے۔

سلمان فارسیؓ

مصنف لکھتے ہیں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ دونوں بزرگ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ (ص ۲۳) یہ بالکل غلط بات ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ امام بخاریؒ کا نسب نامہ یہ ہے: ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزبہ۔ آپ کے پردادا نے یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۴۷۷) اور امام ابو حنیفہؒ کا نسب یوں ہے: نعمان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ثابت بن زوطی بن ماہ۔ زوطی نے اسلام قبول کیا۔ (سیرۃ النعمان ص ۱۳) ادعوھم لابائھم ھو اقسط عند اللہ۔ (الاحزاب: ۵) علمائے اہلحدیث کا علم ماپنے سے پہلے مصنف کو اپنا علم بھی جانچ لینا چاہیئے تھا۔

قرآن و حدیث شجرِ ممنوعہ

مصنف لکھتے ہیں احناف کے یہاں پہلا درجہ کتاب اللہ کا ہے دوسرا درجہ سنت رسول کا تیسرا درجہ اجماع امت کا اور چوتھا درجہ قیاس کا ہے (ص ۸۶) نیز لکھتے ہیں کسی بھی مسئلہ کے صراحتاً قرآن و سنت میں ہوتے ہوئے قیاس و اجتہاد نہیں کرتے (ص ۸۷) بقول مولانا احمد رضا خاں صاحب حنفی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں ارشاد فرمایا ہے ہم مقلدوں کو امام کے خلاف از خود حدیثوں پر عمل جائز نہیں جو اس کا مرتکب ہو وہ احمق بے ہوش یا ناحق و باطل کوش ہے ایک مسئلہ بھی اگر خلاف امام کیا تو مذہب سے خارج ہو جائے گا بلکہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے (بحوالہ الفضل الموھبی ص ۱۳ از احمد رضا خاں صاحب) مولانا تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں: عوام کو اگر اس بات کی اجازت دے دی جائے کہ وہ کسی حدیث کو اپنے امام کے قول کے خلاف پائیں تو قول امام ترک کر دیں تو اس کا نتیجہ بسا اوقات شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۸۷)

بانی مذہب دیوبند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ فرماتے ہیں: حق اور انصاف یہ ہے کہ بیع خیار کے مسئلے میں ترجیح امام شافعیؒ کے مسلک کو ہے لیکن چونکہ ہم مقلد ہیں لہذا ہم پر اپنے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید ہی واجب ہے۔ (تقریر ترمذی)

اصول کرخی حنفی ص ۱۱ میں لکھا ہے ہر آیت یا حدیث جو ہمارے ائمہ کے مذہب کے خلاف ہو اس کی تاویل کی جائے یا اسے منسوخ سمجھا جائے۔ درمختار میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو شخص امام ابو حنیفہؒ کی بات کو رد کرے اس پر ریت کے ذروں کے برابر خدا کی لعنت (ج ا ص ۲۶)

یہ شعر ملاحظہ فرمایئے:۔

سراج تُو ہے بغیر تیرے جو کوئی سمجھے حدیث و قرآں
بھٹکتا پھرے نہ پائے رستہ امام اعظم ابو حنیفہؒ

اس سے ثابت ہوا حنفیہ نے اپنی کتابوں میں جو چار درجے بیان فرمائے اور صحیح بیان فرمائے ہیں یعنی قرآن و حدیث اجماع اور قیاس امت محمدیہ میں صرف چار آدمیوں کو ان پر عمل کرنے کا حق ہے یعنی امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابو حنیفہؒ۔ باقی سب کیلئے یہ شجر ممنوعہ ہیں ان سب کیلئے صرف ایک ہی حکم ہے اور وہ ہے ان چاروں میں سے کسی ایک کی تقلید کا سوال یہ ہے کہ اماموں کی وفات کے سینکڑوں برس بعد یہ جو درجہ بندی بیان کی گئی ہے یہ کن کو سنانے کیلئے ہے اگر امت کیلئے صرف تقلید ہے تو پھر ان تحریروں کے تعویز بنا کر ائمہ اربعہ کی قبروں پر سجا دیجئے۔

قیاس

مصنف لکھتے ہیں احناف کے یہاں قرآن و سنت مقدم ہیں اور قیاس کا درجہ قرآن و سنت اور اجماع امت کے بعد کا ہے (ص ۸۹) مگر اصول فقہ کی مشہور کتاب "حسامی" میں لکھا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہؓ اور سیدنا انسؓ جیسے غیر فقیہ راویوں کی حدیث اگر قیاس کے مخالف ہو تو اسے قبول نہ کیا جائے (ص ۷۵) تقریباً ایسی ہی بات اصول الشاشی میں بھی لکھی ہے۔ (ص ۷۲)

حدیث پر عمل

مصنف لکھتے ہیں جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا احناف کے یہاں حدیث مرفوع بھی حجت ہے حدیث موقوف بھی حجت ہے حدیث مرسل بھی حجت ہے اور ضعیف حدیث بھی رائے و قیاس کے مقابلہ میں مقدم اور حجت ہے۔ (ص ۹۸) بات پوری نہیں ہوئی یہ بھی لکھنا چاہیئے تھا کہ موضوع بھی حجت ہے سچ پوچھیے تو حنفی مسلک ایسی ہی بے بنیاد روایتوں کے سہارے زندہ ہے زیر نظر کتاب بھی ایک ایسا ہی مجموعہ ہے خود ہدایہ وغیرہ کے بارے میں مولانا عبدالحئی لکھنوی حنفی فرماتے ہیں کہ ان معتبر کتابوں میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ مطبع یوسفی ص ۱۲) مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دیوبندی فرماتے ہیں اہل علم بھی جانتے ہیں کہ ہدایہ میں بہت سے روایات بالمعنی ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جنکا حدیث کی کتابوں میں کوئی وجود نہیں (ماہنامہ بینات دسمبر ۱۹۸۱ء) تو مصنف کی خدمت میں عرض ہے کہ احناف کو اگر دشمنی ہے تو صرف صحیح احادیث سے۔ جیسے کہ ابھی آگے چل کر واضح ہوگا۔ انشاءاللہ۔

اہل حدیث

مصنف کے ان الفاظ سے خاکسار کو بہت لطف آیا کہ اصل اہلحدیث کہلانے کے مستحق بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد (ص ۸۸) تو پھر ہو جائے نابسم اللہ۔ دیوبندی اصلی اہلسنت تو بن چکے ہیں اصلی اہلحدیث بننے کی کسر رہ گئی تھی سو اب وہ بھی پوری ہوگئی۔ شکر ہے احناف کو ہمارا نام تو پسند آگیا آہستہ آہستہ انشاءاللہ ہم بھی پسند آنے لگیں گے۔ ذرا علم عام ہونے کی دیر ہے اللہ کی مہربانی سے سب اہلحدیث ہو جائیں گے اور معاملہ ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا اب حنفیہ اگر تقلید کی جہالت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ان کی بھیڑ بکریاں ان کے باڑے سے نکل بھاگیں تو اس کا بس ایک ہی طریقہ ہے کہ عوام کو قرآن و سنت سے بے بہرہ رکھا جائے اور انھیں علم کی ہوا نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگنے دی جائے کیونکہ علم جہالت کا دشمن ہوتا ہے۔

غیر مقلد

مصنف سے مجھے ایک گلہ ہے کہ انہوں نے کتاب کا نام تو رکھا ہے "حدیث اور اہلحدیث" مگر اس میں اہلحدیث کا لفظ صرف برائے وزن بیت ہے ورنہ کتاب کے بیچ میں انہوں نے کہیں بھی ہمیں اس نام سے یاد نہیں فرمایا۔ ہر جگہ غیر مقلدین ہی لکھا ہے اس سے آپ ان کے عالی ظرف اور باادب ہونے کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں انہوں نے ہمارے مرحوم علمائے اہلحدیث کا ذکر بھی حقارت کیساتھ ہی کیا ہے یہ ہمیں غیر مقلد لکھ لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہتے ہیں حالانکہ ان کا ہمیں غیر مقلد کی گالی دینا بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک فالج زدہ انسان کسی چنگے بھلے آدمی کو غیر لولا لنگڑا، غیر کوڑھا اور غیر کانا وغیرہ کہہ کر اپنا جی خوش کرتا ہے۔

سب مقلد

میری یہ حیرت آج تک دور نہیں ہو سکی کہ ایک طرف یہ لوگ **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون** سے استدلال کر کے صاف کہتے ہیں کہ تقلید جاہل کی ضرورت ہے دوسری جانب یہ تمام محدثین اور ائمہ کرام کو مقلد ثابت کرتے رہتے ہیں کیا انہوں نے ان سب کو جاہلوں کا خاندان سمجھ رکھا ہے کیا ان میں کوئی بھی اہل ذکر نہیں تھا کیا یہ سب لا تعلمون کے کھاتے میں تھے کیا واقعی ان کا مذہب تقلید شخصی تھا کیا یہ سب کسی مخصوص امام کی بلا دلیل بات قبول کرنے والے تھے اور ان کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالے ہوئے تھے اصل متنازعہ مسئلہ تو یہی ہے انہیں ائمہ عظام کے گلے میں تقلید کی جوتیوں کا ہار (قلادہ) ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہیئے یہ ان کی شان میں بدتمیزی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے یہ جن ائمہ کرام کو مقلد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں انہوں نے تقلید کے خلاف اتنا کچھ لکھ رکھا ہے کہ اس سے پوری ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے بلکہ ہم گنہگار بھی اگر ایک مسئلہ کی تائید میں کسی مجتہد کا فتویٰ نقل کر دیں تو بڑے خوش ہو کر ہمیں بھی مقلد ہونے کا طعنہ دے دیتے ہیں حالانکہ خود حنفی اصول کی رو سے تقلید کسی معین شخص کی بات کو بلا دلیل مان لینے کا نام ہے۔ نعوذ باللہ ہم نے کبھی ایسا سوچا بھی نہیں سب کو معلوم ہے کہ ہمارے نزدیک مجتہدین کا دائرہ ائمہ اربعہ تک محدود نہیں ہمارے نزدیک سب بزرگ واجب الاحترام ہیں ہم کسی بھی عالم یا فقیہ یا مجتہد کا نام لے سکتے ہیں یعنی ان کا بھی جن کی تقلید کی گئی ہے اور ان کا بھی جن کی تقلید نہیں کی گئی اور اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے کسی ایک کا قول ہمارے لئے دلیل کی بنیاد ہوتا ہے بلکہ مقصود حنفیہ کا منہ بند کرنا ہوتا ہے جو یہ غلط تاثر دیتے رہتے ہیں کہ شاید یہ صرف ہم ہی چند لوگوں کا مذہب ہے یعنی صرف تائید مطلوب ہوتی ہے۔

دلائل

اس کتاب میں مصنف کا طریقہ واردات یہ ہے کہ یہ اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے غیر معتبر کتابوں سے ضعیف اور موضوع روایات اور آثار و اقوال بھی اور غیر متعلق بھی نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور قارئین کو مرعوب کرنے کیلئے ایک ہی بات کئی کئی سندوں اور کئی کئی کتابوں سے بیان کرتے چلے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو محسوس ہو کہ ان کے پاس "دلائل" کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ زیادہ تر حوالے مصنف عبدالرزاق مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ کتب بیہقی طحاوی طبرانی وغیرہ کے ہیں جن کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں یہ طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں۔ ان میں صحیح حسن ضعیف معروف غریب شاذ منکر خطا صواب ثابت اور مقلوب سب کچھ شامل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(حجۃ اللہ بالغہ ج ا ص ۱۳۴) لوگوں سے چندے بٹورنے کیلئے انہوں نے اپنے مدارس میں دورہ بخاری تو شروع کرادیا ہے لیکن اس میں موجود احادیث انہیں راس نہیں آتیں۔ شاہ ولی اللہ صحیحین یعنی بخاری مسلم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان میں جتنی مرفوع متصل روایات ہیں وہ باتفاق محدثین قطعاً صحیح ہیں..... جو ان کی شان گھٹائے وہ بدعتی ہے اور مومنوں کے راستہ کے خلاف پیروی کرنے والا ہے (ایضاً) یہ کتاب چونکہ طبقہ ثالثہ کے حوالوں پر مشتمل ہے اس لحاظ سے ہم اسے تیسرے درجے کی کتاب کہہ سکتے ہیں میں نے اگر کہیں ان کتابوں کا حوالہ دیا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں۔

یاد رہے کہ اس حنفی کتاب میں ان غیر معتبر کتابوں سے جو آثار و اقوال نقل کئے گئے ہیں میں نے عموماً انہیں نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کے مقابلے میں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اقوال تو ہر طرح کے مل جاتے ہیں انہیں دلائل نہیں کہا جاسکتا یوں سمجھئے یہ کچھ بھی نہیں مصنف نے خواہ مخواہ صفحے کالے کئے اور وقت ضائع کیا ہے۔

حدیث چور ذہنیت

مصنف نے یہ کتاب اس انداز سے لکھی ہے جیسے ہمارے پاس دلیل ہی کوئی نہ ہو، اور ہم خالی بیٹھے ہوئے ہیں جیسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو، جن پر زیادہ تر ہمارے مسلک کا انحصار ہے یا یہ سب منسوخ اور تاویل کے قابل ہوں اور صرف ان کی فقہ کی بات پکی اور الٰہی مہر ہو اس حدیث چور ذہنیت پر سوائے انا للہ کے اور کیا کہا جاسکتا ہے مصنف کا فرض تھا کہ لوگوں کو بتلاتے کہ اگر اہلحدیث ان سے اختلاف کرتے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے آیا ان کے پاس بھی دلائل کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی سرمایہ ہے یا نہیں کم از کم دیوبندی علماء ہی انہیں کوئی مشورہ دے دیتے۔ الیس منکم رجل رشید؟ یہ کتاب اس قابل تو نہیں تھی کہ اسے در خور اعتنا سمجھا جاتا لیکن چونکہ عامۃ الناس ان کی چکنی چپڑی اور تقوے کی نمائش میں ڈوبی ہوئی باتوں سے دھوکے کا شکار ہو سکتے تھے اس لئے انھیں بتلانا ضروری تھا کہ اصل مسئلہ یوں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے عام طور پر ان مسائل کی وضاحت پوری تحقیق اور حوالہ کے ساتھ میری کتابوں حی علی الصلوۃ اور قد قامت الصلوۃ میں بھی آچکی ہیں جو قارئین کسی مسئلہ کو مفصل سمجھنا چاہیں ان کا مطالعہ فرمائیں یہ حنفی کتاب اگر مجھے پہلے مل جاتی تو شاید یہ نئی کتاب لکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ انہی کے ضمن میں اس کا بھی جواب آجاتا بہر حال اس کتاب کی بھی اب اپنی ایک اہمیت ہے قارئین کو مزید معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ اپنی تقلید کے سومنات کو بچانے کے لئے کن ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں۔

قیاس کن

یہ بھی ذہن میں رہے کہ میں نے اس کتاب میں دفاعی پوزیشن اختیار کی ہے یعنی مصنف کے صرف ان الزامات کا جواب دیا ہے کہ فلاں فلاں حدیثوں پر احناف کا عمل ہے اہلحدیث کا نہیں ہے آپ پڑھ کر غور فرمائیں کہ جن مسائل کے متعلق ان کا دعوی ہے کہ وہ احادیث کے مطابق ہیں ان میں ان کا یہ حال ہے باقی مسائل کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

پالن صاحب

بھارت کے کسی مولانا محمد پالن حقانی گجراتی صاحب نے بھی ۴۶۴ صفحات

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "قرآن و حدیث اور مسلک اہلحدیث" وہ بھی بالکل اسی انداز کی شرارت ہے شروع سے آخر تک طعن و تشنیع اور دھوکہ بازی کے سوا کوئی کام کی بات نہیں۔ اور تکرار اتنی زیادہ ہے کہ اگر اسے حذف کر دیا جائے تو اس کتاب کے لئے ۱۴ صفحے بھی زیادہ ہیں محترم پالن صاحب نے مصرع طرح پیش کیا ہے جناب انوار صاحب نے اس بحر میں پوری غزل کہہ دی ہے دونوں میں ایک ہی جیسا بے ڈھنگا پن ہے۔ اور دونوں کتابوں میں فقہ حنفی کو مشرف بہ اسلام کرنے کی جبری اور ناکام کوشش کی گئی ہے گزارش ہے کہ بھارت والوں کو ہمارے ہاں کمک بھیجنے کی ضرورت نہیں پاکستان کے دیوبندی حضرات حدیث اور اہلحدیث کے خلاف خوب ڈٹے ہوئے ہیں اور الرٹ ہیں اور ماشاءاللہ خود کفیل ہیں ہاں ایک لحاظ سے ان کا حق بنتا ہے کیونکہ پاکستان میں چند مذہب ایسے ہیں جن کی جنم بھومیاں بھارت "ماتا" میں ہیں مثلاً دیوبندیت۔ بریلویت اور قادیانیت۔

مرغی کے انڈے

جناب پالن صاحب کے لئے نظریہ عمل بالحدیث کس قدر قابل نفرت اور ناقابل برداشت ہے اس کا نظارہ ان چند نمونوں سے کیجئے۔ فرماتے ہیں حضورؐ نے تین دن لگاتار نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں صحابہؓ کو پڑھائی اس کو تو جماعت اہلحدیث والوں نے زندگی بھر کیلئے عملی دلیل بنالیا اور ایک حدیث مبارک میں ہے کہ حضورؐ ایک مہینہ اپنی بیویوں سے الگ رہے اس کے اوپر عمل کیوں نہیں کرتے ۔اگر اہلحدیث ہونے کا دعوی ہے تو اس حدیث پر بھی عمل کر کے بتائیں تو ہم جانیں واقعی یہ صاحبان اہلحدیث ہیں۔ (ص ۱۱۳)

فرماتے ہیں حضورؐ کے زمانے میں مینارہ اذان کے لئے نہیں تھا حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاویہؓ کے حکم سے مینارہ بنایا گیا اس کو اہلحدیث صاحبوں نے کیوں مان لیا اور اپنی مسجدوں کے مینارے کیوں بنائے ہیں اہلحدیث صاحبوں کو چاہیئے کہ جو مسجد کے مینارے بن چکے ہیں اس کو تڑوادیں۔ (ص ۱۳۶)

فرماتے ہیں قرآن مجید کے اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے ہیں اس کے ایجاد کردہ عمل کو اہل حدیث صاحبوں نے بغیر چوں و چرا کئے مان لیا اور خلفائے راشدین کے عمل سے کیوں بھاگتے ہیں (ص ۱۳۷) فرماتے ہیں حضورؐ نے اپنی زندگی مبارک میں مرغی کے انڈے کھائے ہیں یا کھانے کا حکم دیا ہے اس کی کوئی حدیث نہیں اور مسلک اہلحدیث والے صاحبان برابر مرغی کے انڈے اور بطخ کے انڈے کھاتے ہیں اور اس کے بارے میں حدیث ہے کہ نہیں اس کی پرواہ نہیں کرتے یہ دھوکہ ہے کہ نہیں (ص ۲۹۱)

کچھ عرصہ ہوا انہی میں سے ایک کرم فرمانے یہ اعتراض بھی شائع کیا تھا کہ غیر مقلدین بھینس کا دودھ کیوں پیتے ہیں اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے چاہیئے۔

میرے بھائی آپ ہمیں علمائے دیو بند سے فتوی لے دیں کہ یہ چیزیں از روئے قرآن و حدیث حرام یا بدعت ہیں تو ہم انھیں ابھی چھوڑنے کے لئے تیار ہیں اور کوئی ہمارے لائق خدمت؟ لیکن پالن صاحب کو مایوسی ہوگی انہیں ایسا فتوی نہیں مل سکے گا کیونکہ جن احناف کے نزدیک چمگادڑ کھانا حلال ہو (فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۰) اور کوا بھی حلال ہو (ایضاً ص ۲۸۹) بلکہ اخبارات کے مطابق کچھ عرصہ پیشتر وہ کوؤں کی دعوت بھی اڑا چکے ہوں وہ کس طرح ان چیزوں کی حرمت کا فتوی دیں گے۔

بانی مذہب

پالن صاحب فرماتے ہیں دنیا میں جتنے فرقے یا مسلک بنے ہیں اس فرقے کا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بانی کون تھا اسکا نام کیا تھا وہ کس جگہ کا رہنے والا تھا کس ملک کا وہ باشندہ تھا وہ فرقہ کس ہجری یا صدی میں وجود میں آیا ان تمام فرقوں کا قریب قریب آپکو کتابوں میں لکھا ہو کر ملے گا لیکن مسلک اہل حدیث کی بنیاد کس نے ڈالی اسکا نام کیا تھا وہ کسی شہر یا ملک کا رہنے والا تھا اور کس ہجری یا صدی میں..... مسلک اہلحدیث کے نام سے اس فرقے کو وجود میں لایا اسکا کوئی پتہ نہیں چلتا اور کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ملتا۔ (ص ۱۶۹)

انکے بھولپن پر قربان جایئے جو بات صریحاً ہمارے حق میں جاتی ہے اسی کو ہماری مخالفت میں ظاہر فرمارہے ہیں پالن جی! یہی تو ہماری سچائی کی دلیل ہے ہمارا مسلک زمین پر نہیں بنا نہ کوئی مولوی اسکا بانی ہے ہمارا مسلک عرش معلیٰ پر بنا ہے اسکا بانی خود اللہ تعالیٰ ہے جسے لیکر حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور یہی ہمارا مسلک ہے صحابہ و تابعین فقہاء و محدثین اور ان گنت ائمہ دین سب اسی مسلک کے خادم ہیں گستاخی معاف ہم انمیں کسی کو بھی بانی مذہب ماننے کیلئے تیار نہیں۔ انکی محبت و عقیدت ہمارا جزو ایمان ہے انکی عزت اور احترام ہمارے سر اور آنکھوں پر ہے انکے فرامین ہمارے لئے مشعل راہ اور انکے اجتہادات ہمارے لئے بہترین راہنما ہیں لیکن انسانی تقاضے کے تحت جب کسی کی بات قرآن و حدیث سے ٹکرائے گی تو بحکم فردوہ الی اللہ والرسول ہم اسے قبول کرنے سے انکار کر دینگے ہم سے بلا دلیل فرد واحد کی تقلید کی توقع عبث ہے ہم کسی امتی کو منصب نبوت پر بٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتے یہ ہمارا مسلک ہے اگر کسی کو برا لگتا ہے تو سو بار لگے۔

فقہ

اسی قسم کا ایک اعتراض پالن صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے فرماتے ہیں آج تک اہلحدیث صاحبان میں ایسا عالم نہیں ہوا کہ ان محترموں کی پیاس بجھانے کیلئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی ایسی فقہ کی کتاب تیار کر دیتا کہ ان صاحبان کو حنفیہ اور شافعیہ کے دروازے پر بھیک مانگنے کو جانا نہ پڑے۔ (ص ۲۲۸)

مجھے بات یاد آگئی ایک دفعہ مختلف ممالک کے سربراہوں نے اپنے اپنے دستور پیش کئے تو سعودی حکمران شاہ عبدالعزیزؒ نے قرآن پاک پیش کر دیا اور کہا کہ اسکے ہوتے ہوئے ہمیں اور کسی دستور کی ضرورت نہیں تو میرے بھائی قرآن و حدیث کی موجودگی میں ہم بھی کوئی فقہ تیار کرنے کی خاص ضرورت محسوس نہیں کرتے مسئلہ بتلانے کیلئے ہمارے مفتیوں کو کوئی دقت پیش نہیں آتی اگر مسئلہ سمجھنے کیلئے ہم امام ابو حنیفہؒ یا امام شافعیؒ کے دروازے پر بھیک مانگنے جاتے ہیں تو کیا ہوا اسمیں ہمیں کوئی عار نہیں وہ ہمارے ہی تو امام تھے آپ بیچ میں کون ہوتے ہیں دخل دینے والے وہ بھی غیر مقلد ہم بھی "غیر مقلد" آپکا ان سے کیا رشتہ؟ جنکے نزدیک حدیث پر عمل کرنا گمراہی ہے انھیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اس امام کیساتھ نسبت جوڑیں جنکا مذہب صحیح حدیث تھا علم کی بھیک مانگنے کیلئے ہم صرف انہی دو اماموں کے در پر نہیں بلکہ بیسیوں اماموں کے ذر پر جاتے ہیں حکمت کی بات مومن کی گم شدہ متاع ہے وہ اسے جہاں سے بھی ملے حاصل کرنی چاہیئے۔ البتہ تقلید شخصی پر ہم لعنت بھیجتے ہیں باقاعدہ بے شمار ثبوت موجود ہیں کہ ہمارے ان اماموں نے بھی تقلید کو بہت برا کہا ہے اور کبھی اسے اچھے الفاظ سے یاد نہیں کیا۔

قبضہ گروپ

میں تو یہ کہوں گا جو لوگ تقلید کے کینسر میں مبتلا ہیں دراصل وہ ہمارے ہی اماموں کی تقلید کرتے ہیں اور ہمارے ہی بزرگوں کے ناموں پر ناجائز قابض اور اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں مثلاً امام ابو حنیفہؒ کے متعلق پہلے گزر چکا ہے انہوں نے فرمایا صحیح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث مل جائے تو وہ میرا مذہب ہے (درمختار ج ا ص ۷۰) کیا یہ اہل حدیثیت نہیں ہے؟ قاضی ابو یوسفؒ جن کی وجہ سے فقہ حنفی متعارف اور نافذ ہوئی کے متعلق تذکرۃ الحفاظ للذہبی میں لکھا ہے یحییٰ بن یحییٰ تمیمی نے کہا امام ابو یوسفؒ سے سنا وہ اپنی وفات کے وقت فرمارہے تھے۔

کل ما افتیت به فقد رجعت عنه الا ما وافق الکتاب والسنة و فی لفظ الا ما فی القرآن و اجتمع علیه المسلمون (ج ا ص ۲۹۳) میں ہر فتوے سے رجوع کرتا ہوں سوائے اسکے جو قرآن وسنت کے موافق ہے ایک روایت میں ہے سوائے اسکے جو قرآن پاک میں ہے اور جس پر مسلمانوں کا اجماع ہے کیا یہ "غیر مقلدیت" نہیں ہے؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ دونوں دادا پوتا رفع الیدین کے قائل تھے اور تقلید شخصی کے شدید مخالف تھے مگر حنفیہ ان پر بھی ناجائز قبضہ جمائے ہوئے ہیں یہ قبضہ گروپ ہیں۔

چوکے

پالن صاحب فرماتے ہیں پیغمبر بھی چار مشہور ہیں حضرت داؤد، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت محمد علیہم السلام۔ کتابیں بھی چار نازل ہوئیں مقربین فرشتے بھی چار ہیں خلفائے راشدین بھی چار ہیں دنیا کی قمتیں بھی چار ہیں، امام بھی چار ہیں اور مسلک بھی چار ہیں یہ پانچواں مسلک غیر مقلد (اہلحدیث) کہاں سے آیا؟ (ملخص ص ۲۲۵)

پالن صاحب نے بہت لحاظ فرمایا ہے ورنہ وہ ان چوکوں میں مزید اضافہ فرما سکتے تھے مثلاً یہ کہ ڈنگروں کے پاؤں بھی چار ہوتے ہیں گائے بھینس کے تھن بھی چار ہوتے ہیں چارپائی وغیرہ کے پائے بھی چار ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ البتہ چار کے شوق میں کچھ بھول بھی ان سے ہو گئی ہے مثلاً انہوں نے مشہور پیغمبر چار گنے ہیں مگر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بھول گئے چار خلفاء شمار کئے ہیں مگر یہ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کو بھول گئے ہمارے نزدیک تمام صحابی خلفاء اولئك هم الراشدون میں شامل ہیں سمتیں چار بتلائی ہیں حالانکہ یہ چھ ہیں اوپر نیچے کی طرف ان کا دھیان ہی نہیں گیا۔ کہتے ہیں امام چار ہیں حالانکہ پانچ اماموں کی تقلید کی گئی ہے امام جعفر کو انہوں نے نظر انداز فرمادیا ہے علامہ شبلی نعمانی حنفی فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت امام جعفر صادق سے کیا نسبت؟ حدیث فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے ہیں (سیرۃ النعمان ج ا ص ۳۵)

فرماتے ہیں مسلک چار ہیں تو فقہ جعفریہ کو کس کھاتے میں ڈالیے گا انہوں نے مسلک اہلحدیث کو پانچواں قرار دیا ہے حالانکہ ہمارا مسلک پانچواں نہیں تہتر واں ہے نبی ﷺ نے فرمایا میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوگی سب جہنم میں جائینگے سوائے ایک فرقہ کے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوگا۔

صحابہ کرام کا طریقہ وہی تھا جو نبی ﷺ کا تھا انمیں کوئی بھی کسی کا مقلد نہیں تھا یہی مسلک سچا ہے اور وہ ایک ہی ہے جب ہمارا معبود ایک ہے۔ جب ہمارا پیغمبر ایک ہے۔ جب ہمارا قرآن ایک ہے۔ جب ہمارا قبلہ ایک ہے۔ تو ہمارے مسلک چار کیسے ہو گئے توحید والوں کو چار کی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ ان الدین عنداللہ الاسلام۔

خلفائے راشدین اور مسلک اہل حدیث

پالن صاحب نے اپنی کتاب میں بار بار خلفائے راشدین کا نام لے لے کر دعوی کیا ہے کہ وہ مسلک اہلحدیث میں نہیں تھے سوال یہ ہے کہ پھر وہ کیا تھے کیا وہ دیوبندی تھے۔ یا کیا وہ امام ابو حنیفہ کے مقلد تھے اہلحدیث کا معنی ہے قرآن و حدیث کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماننے والے تو کیا صحابہ کرام کا مسلک قرآن و حدیث کے علاوہ تھا یہ کتنی بڑی تہمت ہے کہ کہا جائے کہ صحابہ کرام اہلحدیث نہیں تھے اور یہ حنفی مقلد پالن صاحب اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ اہلحدیث کا لقب تقلید والوں کو زیب دیتا ہے۔(ص ۲۷۲) اسی طرح آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ انوار صاحب نے بھی لکھا ہے "معلوم ہوا کہ اصل اہلحدیث کہلانے کے مستحق بھی احناف ہیں نہ کہ غیر مقلد (حدیث اور اہل حدیث ص ۸۸) مطلب یہ کہ یہ حنفی مقلد ہی اصل میں اہل حدیث ہیں نہ ہم اہلحدیث ہیں نہ صحابہ کرام اہلحدیث تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ.

تراویح اور مسلک اہل حدیث

پالن صاحب نے تراویح کے متعلق صحیح روایتوں کو نظر انداز کر کے اور ضعیف اور موضوع روایتوں کو بنیاد بنا کر خلفائے راشدین کے مسلک کو ہمارے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور یوں ہمارا ان سے تعلق توڑنا چاہا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم گیارہ پڑھنے والے اہل حدیث ہیں خلفائے راشدین چونکہ "بیس" پڑھتے تھے لہذا وہ اہل حدیث نہیں تھے بریں عقل و دانش بباید گریست گویا ان کے نزدیک اہل حدیث اور غیر اہلحدیث میں فرق بس آٹھ اور بیس تراویح کا ہے اول تو بیس والے مفروضہ کا حقیقت سے کوئی واسطہ ہی نہیں تاہم میں پوچھتا ہوں بالفرض کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو کیا اس سے مسلکی تعلق ٹوٹ جاتا ہے پالن صاحب نے خود تسلیم کیا ہے کہ صاحبین نے بہت سے مسائل (دو تہائی) میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے اور بعض مسائل میں فتوے صاحبین کے فتوی پر ہیں (ص ۳۲۹) تو کیا صاحبین یا ان کے فتوے پر عمل کرنے والے حنفی نہیں رہے یا امام ابو حنیفہ ان کے امام نہیں رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منفرد اقوال

پالن صاحب لکھتے ہیں اگر اس بات کی کھلی اجازت دے دی جائے کہ جس مجتہد کا چاہو قول اختیار کر لو تو دین ایک کھلونا بن کر رہ جائے گا کیونکہ اکثر مجتہدین کے یہاں کچھ نہ کچھ منفرد اقوال ایسے ملتے ہیں جو خواہشات نفس کے مطابق ہوتے ہیں مثلاً امام شافعی کے نزدیک شطرنج کھیلنا جائز ہے (ص ۳۲۸) یہاں بھی پالن صاحب نے دیانت داری سے کام نہیں لیا وہ بجائے امام شافعی کے امام ابو حنیفہ کا نام بھی لے سکتے تھے کیونکہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے شطرنج کے سوا ہر کھیل بالاجماع حرام ہے۔ (ج ۵ ص ۳۵۲) نیز لکھا ہے شطرنج کھیلنے والا اگر جوا نہ کھیلے تو اس کو سلام کرنا بھی جائز ہے (ایضاً) پالن صاحب نے اسی صفحہ پر کچھ ائمہ کے منفرد اقوال بھی نقل کئے ہیں مگر امام ابو حنیفہ کا کوئی منفرد قول نقل نہیں کیا، انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ قارئین کو بتلاتے کہ قرآن و حدیث میں مدت رضاعت دو سال بیان ہوئی ہے مگر امام ابو حنیفہ کا قول ڈھائی سال کا ہے ان کا فرض تھا کہ لوگوں کو بتلاتے کہ مندرجہ ذیل مسائل حضرت ابن مسعودؓ کے منفرد اقوال میں سے ہیں معوذتین کا قرآن مجید میں سے نہ ہونا رکوع میں دونوں ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان رکھنا امام کا دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہونا سجدہ میں بازو اور کہنیوں کا زمین پر بچھانا وغیرہ (بحوالہ نصب الرایہ زیلعی حنفی ج ۱ ص ۳۹۷) نیز بات یہ ہے کہ اگر مختلف ائمہ کے اقوال سے دین کھلونا بن جاتا ہے تو کیا حنفیہ کے مجتہدین فی المذہب کے مختلف اقوال سے دین کھلونا نہیں بنتا شکر ہے کہ پالن صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ علماء نے چوتھی صدی ہجری میں تقلید شخصی کو واجب قرار دے دیا (ص ۳۲۸) تو میرے بھائی اگر خیر القرون میں تقلید شخصی کے بغیر گزارا ہو جاتا تھا تو اب بھی اس بدعت کے بغیر انشاء اللہ گزارا ہو جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نواب صاحب

حنفی کتابوں کی ایک یہ بڑی شرارت دیکھنے میں آئی ہے کہ انھیں ہمارا مسلک نواب وحید الزماں نواب صدیق الحسن خاں اور نواب نور الحسن صاحب کی کتابوں میں ہی نظر آتا ہے اور یہ انہی کی تحریروں میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں حالانکہ یہ لوگ پہلے حنفی تھے اور حنفی ہونے کی حیثیت سے انہوں نے یہ کتابیں لکھی تھیں نواب نور الحسن صاحب کا تو میں نے اس سے پہلے کبھی نام بھی نہیں سنا یہ کتابیں ہم نے کبھی پڑھیں نہ چھاپیں نہ کبھی ان میں دلچسپی لی۔ حنفیہ ہی انہیں چھاپتے رہتے ہیں بھلا کوئی ان سے پوچھے ان کتابوں کو چھاپ کر تم کن کی خدمت کر رہے ہو مقلدین کی یا غیر مقلدین کی ان کتابوں میں ہمارا نہیں حنفی مسلک بیان ہوا ہے جسے یہ ہمارے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں حدیث اور اہل حدیث کے مصنف نے بھی یہی کام کر دکھایا ہے ہماری طرف سے سینکڑوں بار یہ بات دہرائی جا چکی ہے اور میں آج پھر برصغیر پاک و ہند کے تمام دیابند کو واشگاف الفاظ میں بتلا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارے راہنما حضرت محمد ﷺ ہیں اور ہمارا مسلک ہمارا انصاب اور ہماری کتابیں فقط قرآن پاک اور احادیث صحیحہ ہیں ان میں اگر کسی کو کوئی خامی نظر آتی ہو تو اسکی نشاندہی فرمائی جائے برادران احناف جن کتابوں کو ہم مانتے ہی نہیں ان کا الزام دے کر ہمیں بدنام نہ کیجئے۔ بہتان تراشی جائز نہیں ہے برائے مہربانی لوگوں کو اہلحدیثوں سے بدظن نہ کیجئے ہم تو قرآن و حدیث کے برخلاف کسی کی تقلید کرنے کو بدترین شرک تصور کرتے ہیں اور شرک خواہ کسی کے ساتھ بھی کیا جائے ایک ہی بات ہے چاہے وہ حضرت امام ابو حنیفہ غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا سابق کٹر حنفی نواب وحید الزماں رحمۃ اللہ علیہ ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے مخالف

یہ لوگ ہمیں حدیث کا مخالف ثابت کر کے بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ خود مقلد مولویوں کا حدیث پر ایمان نہیں ہے مگر کھلم کھلا اسے برا کہنے کی ان میں ہمت نہیں اور معاذ اللہ جو نفرت ان کے دلوں میں حدیث شریف کے خلاف بیٹھی ہوئی ہے اس نفرت کا اظہار یہ حدیث شریف ماننے والوں یعنی اہل حدیث سے کر دیتے ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کئی اسلام سے بیزار اور ملحد قسم کے "مسلمان" اپنا غصہ علماء پر نکالتے رہتے ہیں۔

غیر مقلدین کا مسلک

حدیث اور اہلحدیث کے مصنف نے ایک شرارت یہ فرمائی ہے کہ ہر وہ مسئلہ جس میں ہمارا ان سے اختلاف ہے اس کے متعلق ڈھنڈورا پیٹ دیا ہے کہ یہ غیر مقلدین کا مسلک ہے حالانکہ ہم اس مسئلہ میں تنہا نہیں ہوتے بالعموم ائمہ ثلاثہ رحمہ اللہ بھی ہوتے ہیں کہ خود حنفیہ نے جن کے متعلق حق تقلید کیاالاٹمنٹ کو تسلیم کیا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ وہ کئی اور علماء فقہا، محدثین اور جمہور علماء کا مذہب بھی ہوتا ہے۔ یہ جس انداز میں بات کرتے ہیں میں ان کی شان میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا البتہ اس سے مجھے ایک محاورہ یاد آگیا ہے "چور مچائے شور"۔

اس ساری کتاب کا حاصل یہ ہے کہ حدیث پر حنفیہ کا عمل ہے اہلحدیث کا نہیں ہے۔ اب آپ ترتیب وار ملاحظہ فرماتے جائیں کہ حدیث پر ان کا عمل کس قسم کا ہے

خانہ کعبہ کی چھت پر نماز

تدروی میں لکھا ہے من صلی علی ظهر الكعبة جازت صلوة (ص

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۳) جس نے خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ اس پر جناب حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: نھی رسول اللہ ﷺ ان یصلی فوق ظھر بیت اللہ (عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔ ترمذی ج ا ص ۲۸۱) نبی ﷺ نے بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

مصنف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ ہو جائے گی۔ اگر غیر مقلدین کے پاس اس مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو لائیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ بیت اللہ کی چھت پر نماز نہیں ہو گی (ص ۱۷) گویا ان کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کا منع فرمانا ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ مصنف آخر میں فرماتے ہیں کہ منع والی روایت ضعیف ہے حالانکہ صاحب ہدایہ نے اسے تسلیم کیا ہے (۱۴۳)۔

مقدار درہم نجاست معاف

ہدایہ میں بیان ہوا ہے کہ بقدر درہم نجاست مغلظہ لگی ہو تو اس سمیت نماز جائز ہے (ص ۴۶) محترم جناب مولانا طالب الرحمٰن صاحب نے اسے وثیابک فطہر کے خلاف قرار دیا تو مصنف اس کا جواب دیتے ہیں کہ فقہ میں بطور فرض یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ تائید میں انہوں نے تین حدیثیں پیش کی ہیں (۱) مکھی کسی کھانے پینے والی شے میں پڑ جائے تو اسے ڈبو کر نکالنے کا حکم ہے (عن ابی ہریرہؓ بخاری ص ۴۶۷)

(۲) ایک دفعہ نبی ﷺ جوتوں سمیت نماز پڑھ رہے تھے کہ جبریل نے آکر اطلاع دی کہ جوتوں میں گندگی لگی ہوئی ہے تو آپ نے جوتے اتار دیئے (عن ابی سعید خدریؓ۔ ابو داؤد ص ۴۷)۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں اگر تھوڑی نجاست معاف نہ ہوتی تو آپ نماز توڑ دیتے۔

(۳) نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں کوئی پاخانے کے لئے جائے تو اسے چاہیئے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے ساتھ تین پتھر لیتا جائے جس سے وہ استنجاء کرے۔ یہ تین پتھروں سے استنجا کر لینا اس کے لئے کافی ہے (عن عائشہؓ ابوداؤد ص ۱۵)

اس کے متعلق لکھتے ہیں پتھر سے استنجاء کرنے سے نجاست بالکلیہ زائل نہیں ہوتی..... کچھ نہ کچھ نجاست رہ جاتی ہے (ص ۸۰)۔

مکھی کی مثال تو بے کار ہے۔ اس کے ساتھ چپٹی ہوئی نجاست تو نظر بھی نہیں آتی۔ دوسری مثال میں بھی انہوں نے گڑبڑ کی ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ انہوں نے نقل نہیں فرمائے جس سے ان کا استدلال ختم ہوتا تھا۔ نبی ﷺ نے آخر میں آئندہ کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا مسجد میں آؤ تو دیکھ لیا کرو اگر جوتوں میں گندگی لگی ہو تو اسے صاف کر لیا کرو اور پھر جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرو"۔ لہٰذا گندگی کا کیا سوال؟

استنجاء میں بھی نبی ﷺ نے کم از کم تین پتھر کے استعمال کا حکم اسی لئے دیا ہے کہ گندگی بالکلیہ زائل ہو جائے۔ افسوس کہ حنفیہ اس تعداد کو بھی مسنون نہیں جانتے (ہدایہ ص ۵۰) ان فرضی احتمالات پر قیاس کر کے حنفیہ کا یہ قانون بنا دینا کہ بقدر درہم نجاست غلیظہ لگی ہو تو نماز ہو جائے گی نہایت بے تکی بات ہے۔ مقدار درہم کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ وزن میں ایک بڑے مثقال کے برابر اور پھیلاؤ میں ہتھیلی کے برابر ہو (ہدایہ ص ۴۷ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۵)۔ اپنے مسلک کی تائید میں مصنف نے نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ اور نواب نور الحسن رحمہ اللہ کے حوالے بھی پیش کئے ہیں مگر ہم انہیں بحیثیت شارع کے نہیں جانتے۔ یہ دراصل حنفیہ کے اپنے گھر کے ہی حوالے ہیں۔ ہمیں تو قرآن و حدیث سے کوئی کام کی دلیل چاہیئے۔

ص ۱۳۷ سے لے کر آخر تک مصنف نے ۷۹ مسائل ایسے گن وائے ہیں جنمیں بقول ان کے غیر مقلدین (اہلحدیث) کا مسلک خلاف احادیث ہے۔ اب سلسلہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وار انکا جواب ملاحظہ فرماتے جائیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پانی کی نجاست

(نمبر ۱ ص ۷ ۱۴)

ارشا نبوی ہے جب پانی دو مٹکے ہو تو پلید نہیں ہو تا (عن ابن عمر ترمذی ص ۰ ۷ ابن ماجہ ص ۳۹) ایک روایت کے مطابق بشرطیکہ کسی نجاست نے اس کا رنگ، بو، مزا تبدیل نہ کر دیا ہو (عن ابی امامہ۔ ابن ماجہ ص ۳۹) اسی مسلک کا اظہار نواب نورالحسن نے عرف الجادی ص ۹) میں اور نواب وحید الزمان نے نزل الابرا (ج ۱ ص ۳۱) میں کیا ہے۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (ترمذی ص ۰ ۷) مصنف ہذا لکھتے ہیں غیر مقلدین کے اس نظریہ کے مطابق اگر پانی کے ایک گلاس یا کسی ایک چھوٹے برتن میں پیشاب کے قطرے پڑ جائیں تو وہ پاک ہونا چاہیئے کیونکہ پیشاب کے قطروں سے رنگ، بو، مزا میں سے کوئی چیز بھی نہیں بدلتی "۔ حالانکہ کسی غیر مقلد نے ایسا نہیں کہا۔ یہ دراصل مصنف نے نبی علیہ السلام کی حدیث مبارک کا مذاق اڑایا ہے۔ پانی کی کتنی مقدار ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ علامہ عبدالحئی حنفی نے اس بارے میں حنفیہ کے بارہ (۱۲) مذہب گنوائے ہیں (التعلیق الممجد ص ۶۷)

فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے چھت پر غلاظت ہو بارش ہو جانے سے پرنالہ بہہ پڑے اگر نجاست پرنالے کے قریب ہو اور نصف یا اس سے زائد پانی مل کر آرہا ہو تو ناپاک ہے ورنہ پاک ہے۔ اور اگر نجاست مختلف جگہ بکھری ہوئی ہو اور پرنالے کے پاس نہ ہو تو پھر پرنالے کا پانی نجس نہیں ہوتا۔ (ج ۱ ص ۱۷) امام محمدؒ فرماتے ہیں ... کے پیالے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں ایک پاک ہو اور ایک ناپاک ہو۔ دونوں کو اوپر سے بہایا جائے اس طرح پر کہ دونوں زمین پر گرنے سے پہلے آپس میں مل جائی تو وہ سارا پانی پاک ہو جائے گا (فتاویٰ قاضی خان حاشیہ فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۴) نیز فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے آدمی پانی پیئے اس میں شراب (خمر) ملی ہوئی ہو تو حد نہیں لگائی جائے گی (ج ۵ ص ۲۱۴)۔

نجاست المنی

نمبر ۲ ص ۱۴۲)

لکھتے ہیں نواب صدیق حسنؒ نے بدور الاھلة ص ۱۵ میں نواب نور الحسن نے عرف الجادی ص ۱۰ میں اور نواب وحید الزمان نے نزل الابرار ج ا ص ۴۹ میں منی کو پاک لکھا ہے (ملخص) مصنف نے اس کتاب میں ہمیں سینکڑوں بار غیر مقلد لکھا ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ امام بخاریؒ کے بیسیوں اجتہادات ایسے ہیں جنہیں غیر مقلدین ماننے کیلئے تیار نہیں (ص ۱۰٦) حالانکہ ہمارے دل میں انکا زبردست احترام ہے۔ ان سے بھی بڑھکر ہمارے دل میں صحابہ کرام کا احترام ہے۔ اور ان سے بھی بڑھ کر ہمارے دل میں گزشتہ انبیاء عظام کا احترام ہے۔ مگر قرآن و حدیث کے برخلاف ہم کسی کی بات کو حجت نہیں مانتے۔ اس صاف گوئی کے بعد ہمارے لئے ان نوابوں کے یہ حوالے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے انسان کے کسی حصے کو نجاست (ٹی وغیرہ) لگ جائے اور وہ اسے اپنی زبان سے چاٹ لے یہاں تک کہ گندگی کا اثر زائل ہو جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر چھری کو نجاست لگ جائے تو وہ بھی اپنی زبان کے ساتھ چاٹنے یا اپنے تھوک کے ساتھ پونچھنے سے پاک ہو جائے گا (ج ا ص ۴۵)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شراب کی نجاست

نمبر ۳ ص ۱۴۹۔

اس باب میں مصنف نے وہ احادیث بیان کی ہیں جن میں شراب کی حرمت کا ذکر ہے اور جن سے خود ان کے بقول معلوم ہو رہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دوا کے لئے بھی شراب بنانے کو ناپسند فرمایا ہے اور یہ کہ شراب کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ ان باتوں سے مصنف نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ شراب ناپاک ہے مگر نواب صاحبان نے اسے پاک لکھا ہے (عرف الجادی ص ۲۳۷ نزل الابرار ج ۱ ص ۴۹)۔ مجھے نوابوں کی وکالت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ باوجود اس بات کے کہ مصنف نے اپنی اس کتاب میں شراب کو ٹٹی پیشاب سے بھی زیادہ خبیث کہا ہے (ص ۱۵۳) پھر بھی اس کا استعمال ان کے ہاں کئی طریقہ سے جائز ہے مثلاً شراب (خمر) میں سرکہ ڈالا جائے تو ترش ہونے کے بعد اسے پی لیا جائے خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۴۱۰) بلکہ شراب یعنی خمر کو سرکے میں تبدیل کر کے پینا بھی جائز ہے (ہدایہ اخیرین ص ۴۲۲) حالانکہ خود پالن حقانی صاحب نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ سے بعض لوگوں نے پوچھا ہم شراب کو سرکے میں کیوں نہ تبدیل کر دیں آپ نے اس سے بھی منع فرمایا اور حکم دیا کہ نہیں اسے بہا دو۔ (قرآن و حدث اور مسلک اہلحدیث ص ۳۲۳) اب نہ جانے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی بات صحیح ہے یا نبی ﷺ کی بات صحیح ہے۔ اس کا فیصلہ تو حنفی صاحبان ہی کر سکتے ہیں نیز امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سوائے خمر کے تمام حرام شرابوں کی بیع جائز ہے (فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۱۶) بلکہ مسلمان غیر مسلم شہری کی معرفت شراب (خمر) کا کاروبار بھی کرے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے (ایضاً ص ۱۱۵ بیع المحرمات) اگر معالج مریض کو شراب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(خمر) پینے کا مشورہ دے تو اس سلسلہ میں ائمہ بلخ سے روایت ہے کہ اگر علاج یقینی ہو تو شراب پینا حلال ہے (ایضاج ۵ ص ۳۵۵)۔

احناف کے نزدیک جب شراب ٹٹی پیشاب سے بھی زیادہ ناپاک ہے اور اس کے باوجود اس کا پینا ان کے نزدیک کئی طرح سے جائز ہے تو پھر ٹٹی پیشاب کا استعمال بلکہ انہیں کھانا پینا بھی ان کے نزدیک بالاولیٰ جائز ہونا چاہیئے۔

مردار خون اور خنزیر کا نجس ہونا

نمبر ۴ ص ۱۵۶

یہاں بھی مصنف نے بدور الاھلہ ص ۱۵ تا ۱۸ اور عرف الجادی ص ۱۰ کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ "غیر مقلدین کے نزدیک یہ اشیاء نجس نہیں ہیں"۔

ان کی حرمت بلا شبہ ہے تاہم مصنف بھی ان چیزوں کی نجاست پر احادیث نبوی سے کوئی دلیل نہیں قائم کر سکے۔ اگر حرام ہونا ہی دلیل ہے تو حرام تو کتا بھی ہے جو حنفیہ کے نزدیک پاک ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کتا ذبح کر کے اس کا گوشت بیچے تو جائز ہے (ج ۳ ص ۱۱۵) بیمار کیلئے بطور علاج خون پیشاب اور مردار کا کھانا پینا جائز ہے جب مسلمان طبیب یہ بتلادے کہ ان چیزوں میں اس کی شفاء ہے اور ان کا کوئی حلال متبادل نہ مل سکے۔ (ایضاج ۵ ص ۳۵۵)۔

نکسیر پھوٹ پڑے اور خون بند نہ ہو تو اگر اپنی پیشانی پر اپنے خون سے کچھ قرآن لکھنا چاہے تو ابو بکر اسکاف نے کہا ہے کہ جائز ہے (ایضاً ص ۳۵۶)۔

گدھا اور خنزیر نمک میں گر کر نمک ہو جائیں تو پاک ہے (ایضاج ۱ ص ۴۵)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتے کی نجاست

نمبر ۵ ص ۱۶۳

مصنف نے وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے۔ پھر بدور الاھلۃ ص ۱۶ اور نزل الابرار ص ۵۰ کے حوالے دے کر لکھا ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک کتے کا لعاب کتے کا جھوٹا کتے کا پیشاب کتے کا پاخانہ سب پاک ہیں۔ حالانکہ یہ نوابی حوالے حقیقت میں حنفیت ہی کی ترجمانی ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہدایہ میں صاف لکھا ہے کہ کتا نجس عین نہیں۔ اس کی کھال بھی پاک ہے اور اس کا گوشت بھی پاک ہے (ص ۲۰) نیز مصنف نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے والی حدیث (عن ابی ہریرہ مسلم ص ۱۳۷) یوں پیش کی ہے جیسے یہ اسے مانتے ہوں۔ حنفیہ کا تو اس حدیث پر ایمان ہی نہیں ہے یہ تو تین دفعہ دھونے کے قائل ہیں۔ (ہدایہ ص ۲۳)۔

جانوروں کا پیشاب

نمبر ۶ ص ۱۶۶

حنفیہ کے نزدیک ہر جانور کا پیشاب ناپاک ہے جو روایتیں انہوں نے بیان کی ہیں ان میں جانور کے پیشاب کا کوئی ذکر نہیں بزعم خود ایک روایت بحوالہ حاکم نور الانوار ص ۶۸ سے نقل کی ہے مگر اس کا ترجمہ بالکل غلط فرمایا ہے روایت کے مطابق دفن کے وقت ایک صحابی کو عذاب قبر میں مبتلا کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کی اہلیہ سے ان کے اعمال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یرعی الغنم ولا یتنزہ من بولہ۔ ترجمہ یہ لکھا ہے کہ یہ بکریاں چرایا کرتے تھا اور ان کے پیشاب سے نہیں بچتے تھے حالانکہ غنم بمعنی بکریاں جمع کا صیغہ ہے اور بولہ میں ضمیر واحد کی ہے حضرت صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنا غلط مسلک ثابت کرنے کے لئے خواہ مخواہ اس ضمیر واحد کا مرجع غنم کو بنا دیا ہے جو کہ جمع ہے صحیح ترجمہ یہ ہے کہ وہ اپنے پیشاب سے نہیں بچتے تھے۔

باقی بحوالہ نزل الابرار (ج ا ص ۴۹) نواب صاحب کا فرج کی رطوبت یا حرام جانور کے پیشاب کو پاک کہنا ایسے ہی غلط ہے جیسے حنفیہ کا بقدر درہم نجاست مغلظہ کو قابل معافی سمجھنا۔ جہاں تک حلال جانور کے پیشاب کا تعلق ہے تو نبی ﷺ نے علاج کے لئے ان کے پینے کو جائز رکھا ہے (بخاری ص ۳۶ مسلم ج ۲ ص ۵۷) حنفیہ اس حدیث کا انکار فرماتے ہیں ہاں البتہ فرج کی رطوبت امام صاحبؒ کے نزدیک پاک ہے (در مختار ص ۲۲۹ ج ا)

پگڑی پر مسح

نمبر ۷ ص ۱۷۱

مصنف نے یہاں وضو والی آیت نقل کی ہے جس میں سر کے مسح اور پاؤں کے دھونے کا ذکر ہے مگر جس طرح نبی ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اگر موزے یا جرابیں پہنی ہوتیں تو ان پر مسح فرما لیتے تھے اسی طرح آپؐ سے صرف پگڑی پر بھی مسح کرنا ثابت ہے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو اپنی پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے دیکھا۔ (بخاری ص ۳۳) حنفیہ کا چونکہ اس حدیث پر عمل نہیں ہے اس لئے مصنف نے اس کا ذکر کرنا بھی گوارا نہیں فرمایا نبی ﷺ کے اس عمل کو انھوں نے غیر مقلدین کا مسلک بتایا ہے اور ان کا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ سر پر صرف تین انگلی کے برابر مسح کافی ہے (ہدایہ ص ۵) ہم تو خیر ان کی بلیک لسٹ میں ہیں حنیفہ امام شافعیؒ کی تقلید کو برحق جانتے ہیں صاحب ہدایہ کے مطابق ان کا مسلک یہ ہے کہ مسح کے لئے تین بال اور محشی ہدایہ کے مطابق ایک بال بھی کافی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضو میں پاؤں کا دھونا

نمبر ۸ ص ۱۷۵

بے شک صحیح مسئلہ یہی ہے کہ پاؤں کو دھونا چاہیئے وارجلکم کے لام کی قرأت میں چونکہ اختلاف رہا ہے اس لئے ایک آدھ اہلحدیث نے پاؤں کے مسح کی گنجائش بیان کر دی ہے مگر یہ بالکل شاذ ہے اسے غیر مقلدین کا مسلک ظاہر کرنا واقع کے خلاف ہے یہ بعض صحابہ و تابعین سے بھی ثابت ہے (ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵) گو حافظ ابن حجر نے اس سے ان کے رجوع کا بھی ذکر کیا ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۶۶)

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے

نمبر ۹ ص ۱۷۷

وضو سے پہلے بسم اللہ کو قدوری میں سنت اور ہدایہ میں مستحب لکھا ہے بعض علماء اہل حدیث نے اسے ضروری قرار دیا ہے علماء اہل حدیث پر اعتراض کرنے سے پہلے حنفیہ کو اپنے گھر کا جھگڑا چکانا چاہیئے باقی وضو سے پہلے بسم اللہ کی فضیلت میں مصنف نے جو روائتیں نقل کی ہیں ان میں کوئی بھی صحیح نہیں۔

گردن کا مسح

نمبر ۱۰ ص ۱۸۲

سر کا مسح گردن کی گدی تک ہوتا ہے (عن عبداللہ بن زید بن عاصم۔ بخاری ص ۳۱۔ مسلم ص ۱۲۳) مصنف چند ضعیف روایتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ "احادیث میں گردن پر مسح کا کوئی ذکر ہی نہیں"۔ حالانکہ اہل حدیث گردن کے جس مسح کا انکار کرتے ہیں وہ حنیفہ کا انوکھا مسئلہ ہے یہ لوگ سر کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسح کے بعد الٹے ہاتھوں سے گردن کا الگ مسح کرتے ہیں۔ اس الگ مسح کا ثبوت چاہیئے جو کہ نہیں ہے دھوکا دینے کے انداز میں بات نہیں کرنی چاہیئے نیز یاد رہے کہ گردن کے اس مسح کا مسئلہ صرف جہلائے احناف میں ہے علمائے احناف میں نہیں۔

خون نکلنے سے وضو

نمبر ۱۱ صفحہ ۱۸۷

خون نکلنے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں مصنف نے چند ضعیف روایتیں نقل کی ہیں۔ حالانکہ بے شمار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے کہ وہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں تھے (مؤطا امام مالک ص ۱۳۔ بخاری ص ۲۹)۔

قے سے وضو ٹوٹنا

نمبر ۱۲ ص ۱۹۱

قے سے وضو ٹوٹنے کے بارے میں کوئی صحیح اور واضح حدیث نہیں ہے۔ مصنف نے قے سے وضو نہ ٹوٹنے کو غیر مقلدین کا مسلک بتلایا ہے حالانکہ امام مالک رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے (ترمذی ج ۱ ص ۸۹)۔

نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹنا

نمبر ۱۳ ص ۱۹۳

یہ حنفیہ کا ایسا مسلک ہے جس پر بے اختیار قہقہہ لگانے کو جی چاہتا ہے اور جس روایت کی بناء پر یہ مسلک اختیار کیا گیا ہے وہ طبرانی اور دار قطنی وغیرہ میں ہے اور بالکل ضعیف ہے۔ یہ صرف غیر مقلدین ہی کا نہیں بلکہ حنفیہ کے سواء کسی بھی مقلد اور غیر مقلد کا مسلک نہیں ہے۔ یہ مسلک سراسر مذاق ہے۔ اگر اسی کا نام عمل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالحدیث ہے تو یہ حنفیہ ہی کو مبارک ہو۔اس روایت کے متعلق ہدایہ کی ایک عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں اس جیسی حدیث کی موجودگی میں قیاس کو ترک کر دیا جاتا ہے (ص۹۰) ظاہر ہے کہ یہ صرف نمبر بنانے کے لئے ہے اور یہ ثابت کرنے کے لئے ہے کہ ہم بھی حدیث کو ماننے والے ہیں۔

مَس ذکر سے وضو ٹوٹنا

نمبر ۱۴ ص ۱۸۷

حنفیہ کے نزدیک قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے مَس ذکر سے نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جو اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگائے وہ بغیر وضو کئے نماز نہ پڑھے (عن بسرہ بنت صفوان۔ ترمذی ص۸۵۔ ابوداؤد ص۱۷۔ نسائی ص۲۔ موطا مالک ص۴۱)۔

یہ بھی صرف غیر مقلدین کا نہیں بلکہ بے شمار صحابہؓ، تابعین، امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور مشہور قول کے مطابق امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔(ترمذی ص۸۵)۔

ایک روایت وضو نہ ٹوٹنے کے بارے میں بھی ہے جس کا ذکر مصنف نے کیا ہے مگر علامہ عبدالحئی لکھنوی حنفیؒ نے اسے منسوخ کہا ہے (سعایہ شرح وقایہ)۔

وضو میں کوئی جگہ خشک رہ جائے

نمبر ۱۵ ص ۲۰۴۔

وضو میں ذرا سی بھی جگہ خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا۔ میں اس مسئلہ میں مصنف کی تائید کرتا ہوں۔ نیل پالش لگی ہو تو وضو ہو جانے کے جواز میں حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ روپڑی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتویٰ سے اتفاق کرنا مشکل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ عام اہلحدیث کا مسلک نہیں ہے اور یہ نادرست بھی اسی لئے ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے حنفیہ کی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس سے کام لیا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن کی آیت وثیابك فطهر کے ہوتے ہوئے حنفیہ نے بقدر درہم نجاست مغلظہ کی اجازت دے رکھی ہے یا جیسے وامسحوا برؤسکم کے ہوتے ہوئے حنفیہ تین انگلی کے برابر اور شافعیہ تین بال بلکہ ایک بال کا مسح کافی سمجھتے ہیں۔

پیشاب یا خانہ کرتے وقت قبلہ رو ہونا یا پیچھا کرنا منع ہے

نمبر ۱۶ ص ۲۰۷

یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے۔ اگر کسی غیر ذمہ دار اہلحدیث نے اس کے خلاف کوئی بات لکھ دی ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ اور اس غیر ذمہ داری کا ثبوت ان ائمہ کرام نے بھی دیا ہے جن کی خیر سے تقلید کی گئی ہے مثلاً امام مالکؒ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار دیواری میں آگا پیچھا کرنا منع نہیں ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی پیچھا کرنے کو ہر جگہ جائز سمجھتے ہیں (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۱۳۰) معلوم ہوا تقلید کر کے بھی انسان راہِ راست سے ہٹ سکتا ہے تقلید میں ہدایت کی گارنٹی نہیں ہے۔

جمعہ کے دن غسل کا سنت ہونا

نمبر ۱۷ ص ۲۱۴

جمعہ کے دن غسل کو عام طور پر علماء نے سنت یا مستحب ہی فرمایا ہے جنہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اسے واجب کہا ہے تو اس لئے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل واجب ہے (عن ابی سعید خدری۔ بخاری ص ۱۲۱ مسلم ص ۲۸۰)۔

مصنف کو اصولاً یہ روایت بھی نقل کرنی چاہیئے تھی۔ اتنا بخل بھی کیا ہوا۔ حنفیہ جن روایات کی بناء پر وتر کو واجب کہتے ہیں ان میں تو اتنی جان بھی نہیں۔ بہر حال غسل جمعہ کو واجب کہنا ایسا ہی ہے جیسے امام ابو حنیفہؒ کا وتر کو واجب کہنا۔

اس باب میں مصنف نے نواب وحید الزمان صاحب کی نزل الابرار سے کچھ غیر متعلق گندے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔ اہل علم کو معلوم ہے اور اس کا دستاویزی ثبوت موجود ہے کہ نواب وحید الزماں پہلے کٹر حنفی تھے اور حنفی ہونے کی حیثیت سے انہوں نے یہ باتیں لکھی ہیں۔ اور یہ عموماً فقہ حنفی میں موجود ہیں۔ یہ جاننے کے لئے بے شک میری کتاب "فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر کا مطالعہ فرمالیں۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر نہیں مارنے چاہئیں۔ میں دعوت دیتا ہوں آیئے جتنے بھی گندے حوالے ہیں وہ نواب صاحب کی کتابوں میں ہوں یا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ غیر مقلد کی فقہ میں، ان سب کو نذر آتش کر دیں۔ خسم کم جہاں پاک۔

تیمّم

نمبر ۱۸ ص ۲۲۱

اپنے مسلک کا تیمم ثابت کرنے کے لئے مصنف نے ادھر ادھر سے ضعیف روایات اور رطب و یابس اکٹھا کر کے نقل کر دیا ہے۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث نبوی بیان نہیں کی جس میں ایک ہی ضرب سے ہتھیلی تک مسح کا ذکر ہے (بخاری ص ۴۸۔ مسلم ص ۱۶۱)۔

پوری کتاب میں یہی ان کا طریق کار ہے اور یہ کتمان حق (حق کو چھپانے کی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدترین مثال ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی جہیم رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کے سوا کوئی روایت بھی صحیح نہیں (فتح الباری ج۱ ص ۴۴۴)۔ سیدنا ابو جہیم رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ایک ہی ضرب کا ذکر ہے (بخاری ص ۴۸۔ ابو داؤد ص ۱۲۹)۔ بہت سے صحابہ کرام اور امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (ترمذی ۱۳۳)۔

مدت حیض

نمبر ۹ ص ۲۲۶۔

یہاں بھی مصنف نے طبرانی اور دار قطنی کی ضعیف روایتوں کا سہارا لے کر اپنا یہ مسلک ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔ جب کہ شافعیہ کا مسلک ایک سے پندرہ یوم تک ہے۔ یہ بھی مقلد، وہ بھی مقلد۔ کوئی کس کا اعتبار کرے؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ اس خالص نسوانی مسئلہ کو عورتوں کے سپرد ہی کر دیا جائے؟

لکھتے ہیں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ حیض کی اقل و اکثر مدت متعین نہیں حالانکہ یہی بات حنفیہ کے نزدیک تسلیم شدہ اور قابل تقلید بزرگ جناب امام مالک رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے (تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۸۳)۔

مَس مصحف کے لئے طہارت کا مسئلہ

نمبر ۲۰ ص ۲۲۹

قرآن پاک کو بلا وضو ہاتھ لگانے کے رد میں مصنف کوئی صحیح دلیل قائم نہیں کر سکے۔ لایمسه الا المطهرون میں اکثر مفسرین کے نزدیک ضمیر قرآن کی طرف نہیں کتاب مکنون کی طرف لوٹتی ہے۔ سید مودودی صاحبؒ نے بھی اسی کو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناسب قرار دیا ہے۔ (تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۹)۔ سیدنا عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ والی روایت (مؤطا امام مالک ص ۶۹) مرسل ہے۔ نبی ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ مومن (بحالت جنابت بھی) ناپاک نہیں ہوتا۔ (بخاری ص ۴۲)۔ حنفیہ کے نزدیک قرآن مجید غلاف میں ہو تو اسے بلا وضو بلکہ بحالت جنابت بھی اٹھایا جاسکتا ہے (ہدایہ ص ۳۹)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعلیم کے لئے بلا وضو استاد شاگرد کو اور حائضہ کو مس مصحف کی اجازت دیتے ہیں (الفقہ علی المذاہب الاربعۃ بحوالہ تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۹۴) حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں جنبی کیلئے مس مصحف کی اجازت کے نہ ہونے کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں۔ (محلی ج ۱ ص ۹۷)۔

کپڑوں اور بدن کا پاک ہونا نماز کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے

نمبر ۲۱ ص ۲۳۲

یہ مسئلہ بالکل صحیح ہے۔ مصنف نے بدر والاھلۃ ص ۳۹ اور عرف الجادی ص ۲۲ سے حوالے دے کر لکھا ہے کہ غیر مقلدین کہہ رہے ہیں کہ طہارت کو شرط قرار دینا مناسب نہیں۔ ان حوالوں میں طہارت کو واجب لکھا ہے۔ حالانکہ یہ دراصل حنفی مسلک ہی کی ترجمانی ہے۔ اس لئے کہ احناف بقدر درہم نجاست مغلظہ کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ اس مقام پر مصنف نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دوران نماز میں جوتے اتار دیئے تھے (عن ابی سعید خدری۔ ابوداؤد ص ۲۴۷) حالانکہ ص ۸۰ پر مصنف اسی حدیث سے استدلال کر کے یہ فرما چکے ہیں کہ تھوڑی نجاست معفو ہوتی تو آپ ﷺ نماز توڑ دیتے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوتیاں اتار کر نئے سرے سے نماز پڑھتے"۔ سوال یہ ہے اگر تھوڑی نجاست معاف تھی تو پھر جوتیاں اتارنے کی ہی کیا ضرورت تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ اگر معافی تھی تو پہلے معافی تھی جب نبی ﷺ نے یہ حکم دے دیا کہ مسجد میں آؤ تو دیکھ لیا کرو اگر جوتوں میں گندگی لگی ہو تو اسے صاف کر دیا کرو"۔

تو معافی ختم ہو گئی یا لاعلمی کی وجہ سے معافی تھی۔ جان بوجھ کر نہیں کہ اسے فقہ کا مستقل مسئلہ بنا لیا جائے۔

جگہ کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے

نمبر ۲۲ ص ۲۳۵

یہ مسئلہ بھی صحیح ہے۔ نواب صاحبان نے اگر کپڑوں کی پاکیزگی کی طرح جگہ کی پاکیزگی کو بھی نماز کے لئے صرف واجب کہا ہے شرط قرار نہیں دیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کی گھٹی میں حنفیت پڑی تھی۔ ہدایہ کے باب شروط الصلوٰۃ میں تو سرے سے جگہ کی پاکیزگی کا مسئلہ بیان ہی نہیں ہوا۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ اگر نجاست کے ازالہ کا بندوبست نہ ہو تو چوتھائی کپڑا اگر پاک ہو یعنی تین حصے غلیظ ہوں تو اس سمیت نماز پڑھ لے۔ دلیل مجبوری نہیں بلکہ یہ بیان کی ہے کہ چوتھائی حصہ کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (ص ۶۴) اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے اگر مقدار درہم کے برابر نجاست غلیظہ لگی ہو تو اس کو دھونا واجب نہیں ہے (ج ۱ ص ۵۸) غیر مقلدین پر برسنے سے پہلے آئینہ میں اپنا چہرہ بھی دیکھ لینا چاہیئے۔

ستر عورت بھی شرط ہے

نمبر ۲۳ ص ۲۳۸

اسکے تحت مصنف نے بدور الاھلۃ ص ۲۹ سے یہ حوالہ دیا ہے رہی یہ بات کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورت کی نماز اگرچہ وہ تنہا ہو یا دوسری عورتوں کیساتھ ہو یا شوہر یا دوسرے محرموں کیساتھ ہو تو پورے ستر کے ڈھانپے بغیر نماز نہیں ہوتی تو یہ بات ہمیں تسلیم نہیں۔ محترم مصنف بار بار نواب صاحب کا حوالہ یوں دیتے ہیں جیسے اہلحدیث نے انہیں امام ابو حنیفہ کا مقام دے دیا ہو اور انکی تقلید شروع کر دی ہو (العیاذ باللہ) ہمارا مذہب قرآن و حدیث ہے علماء کے اقوال نہیں۔ مسئلہ ہذا میں حنفی مسلک ملاحظہ فرمایئے: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد کے نزدیک عورت کے بدن کا کوئی حصہ مثلاً پنڈلی، بال، پیٹ، ران، چوتھائی یا تہائی سے کم ننگا ہو تو نماز (صحیح ہے) دہرانے کی ضرورت نہیں (ہدایہ ص ۶۲، ۶۳)۔

نماز فجر کا وقت

نمبر ۲۴ ص ۲۴۰

مصنف نے یہاں اپنے مطلب کے کئی دلائل دیئے ہیں۔ کام کی دلیل فقط یہ حدیث ہے۔ اسفرو بالفجر فانه اعظم لاجر (عن رافع بن خدیج ترمذی ص ۱۴۴) اس کا ترجمہ یہ کیا ہے فجر کو خوب روشنی میں پڑھو کیونکہ اس میں بڑا ثواب ہے۔

افسوس کہ مصنف کو وہ حدیثیں نظر نہ آئیں جن میں نبی ﷺ کا معمول یہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز غلس یعنی اندھیرے میں پڑھتے تھے (عن جابر رضی اللہ عنہ۔ بخاری ص ۸۰۔ مسلم ص ۲۳۰ عن عائشہؓ۔ بخاری ص ۸۲۔ مسلم ص ۲۳۰)۔ اور صد افسوس کہ مصنف نے اسفار والی حدیث کا ترجمہ بھی صحیح نہیں فرمایا۔ ترمذی ہی میں اسی حدیث کے آگے حنفیہ کے مصدقہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ذکر ہے کہ ان کے نزدیک اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر صبح صادق اچھی طرح واضح ہو جائے اور اسمیں شک نہ رہے۔ یہاں تاخیر مراد نہیں"۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف لکھتے ہیں آپ ﷺ نے ایک دفعہ حج کے موقع پر مزدلفہ میں غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی تو اسے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے عام معمول کے وقت سے پہلے نماز پڑھنا ذکر فرمایا"۔ بریکٹ میں اندھیرے کا ترجمہ یوں کیا ہے جیسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں غلس کا لفظ موجود ہو۔ اس میں تو غلس کا لفظ موجود ہی نہیں۔ صرف قبل میقاتھا کا ذکر ہے (بخاری ص ۲۲۸) جس سے فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس روز آپ ﷺ نے معمول کی طرح پو پھٹنے کے بعد مزید انتظار نہیں فرمایا یعنی پہلے سے بھی زیادہ جلدی نماز پڑھ لی (شرح مسلم نووی)۔

مصنف بڑے بھولے پن سے کہتے ہیں غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ فجر کی نماز غلس میں پڑھنا افضل ہے..... اگر یہ بات مان لیجائے تو اسکا مطلب تو نعوذ باللہ یہ ہوگا کہ نبی ﷺ کے قول و عمل میں مطابقت نہیں۔ دوسروں کو تو حکم دیں کہ اجالے میں نماز پڑھو اور خود اندھیرے میں پڑھیں۔ العیاذ باللہ۔

بار بار **نعوذ باللہ** پڑھنے سے پہلے مصنف کو اپنے ہی پیٹی بند بھائی مولانا فیض احمد گکروی کا یہ فرمودہ پڑھ لینا چاہیئے تھا وہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۸ کے حوالے سے لکھتے ہیں بے شک آپ ﷺ کا عمل عام طور پہ غلس اور اندھیرے میں نماز پڑھنے کا تھا لیکن عوام کی سہولت کے لئے آپ نے ہی امت کو اسفار میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ (نماز مدلل ص ۴۰) اور انہی کے ہم مسلک صوفی عبدالحمید صاحب سواتی فرماتے ہیں تمام نمازی فجر کی نماز کے لئے غلس میں اکٹھے ہو جائیں تو پھر غلس میں پڑھنا افضل ہوگا (نماز مسنون ص ۱۸۰) نیز امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں نماز کو شروع غلس میں اور ختم اسفار میں کیا جائے (شرح معانی الآثار بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۴۵)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہر کی نماز گرمیوں میں دیر سے

اور سردیوں میں جلدی پڑھنا

نمبر ۲۵ ص ۲۴۷

بے شک حدیث شریف میں ہے جب گرمی سخت ہو جائے تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔(عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بخاری ص ۷۶) افسوس کہ مصنف نے اس حدیث کو نقل نہیں فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ پورے موسم گرما کے لئے نہیں بلکہ جب گرمی شدید اور ناقابل برداشت ہو جائے۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے ہم نے نبی ﷺ سے ریت کی گرمی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ہماری شکایت کو رفع نہ فرمایا (عن خباب رضی اللہ عنہ ۔ مسلم ص ۲۲۵) چنانچہ اس پر امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ باب باندھا ہے (ترجمہ) کم گرمی میں ظہر کو اول وقت پڑھنے کا استحباب۔

معلوم ہوا کہ ابراد ایک عارضی اجازت ہے افضل تقدیم ہی ہے۔ بعض علماء نے ابراد کو سفر پر محمول فرمایا ہے۔ افسوس کہ حنفیہ سارا سال ظہر کو تاخیر سے پڑھتے ہیں جو ان کے اصل مسلک کے بالکل برخلاف ہے۔ اور اب تو دور بھی نہیں جانا پڑتا۔ ہر گلی محلے میں مسجد موجود ہے اور مسجدیں بھی ٹھنڈی ہیں۔ گرمی کی شدت والا عذر ہی ختم ہو گیا ہے۔ لہذا تاخیر کا سوال ہی نہیں۔

ان کاروباری علاقوں میں جہاں جلدی جلدی فارغ ہونے کے لئے لوگ اہل حدیث کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہیں، حنفیہ نے اپنا ٹائم ٹیبل تبدیل کر لیا ہے۔ خطرے کو بھانپتے ہوئے انہوں نے سردیوں گرمیوں میں ظہر کی نماز وقت سے پہلے شروع کر دی ہے پتہ نہیں اس بارے میں ان کی فقہ کیا کہتی ہے؟۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوقاتِ مکروہہ

نمبر ۲۶ ص ۲۵۰

مصنف نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے ان تین اوقات میں نماز پڑھنے اور مردوں کو دفنانے سے منع فرمایا ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت، غروبِ آفتاب کے وقت اور نصف النہار کے وقت۔ (عن عقبہ بن عامر۔ مسلم ۲۷۶) پھر لکھتے ہیں نواب وحید الزمانؒ نے نزل الابرار ج ۱ ص ۷۲ میں ان اوقات میں تحیۃ المسجد کو اور ثناء اللہ امرتسری صاحب رحمہ اللہ نے فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۴۴ میں زوال کے وقت جمعہ کے روز نفل پڑھنے کو جائز رکھا ہے (ملخص)۔

ذرا خیال فرمائیے ان سے اتنا نہیں ہو سکا کہ ابو الوفاء مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک لفظ مولانا ہی تحریر فرمادیں۔ دراصل ان کا کوئی قصور بھی نہیں۔ علمائے دیوبند کے سواء اور کسی عالم کا ادب و احترام کرنے کی انہیں تعلیم نہیں دی گئی۔ خیر گزارش ہے کہ ان اوقات مکروہہ میں اگر غیر مقلدین نے ان نمازوں کو جائز رکھا ہے تو حنفیہ نے ان اوقات میں مردوں کو دفنانا جائز رکھا ہے (ہدایہ ص ۵۵) لہٰذا حساب برابر ہو گیا۔ جمعہ کے روز زوال کے وقت نفل پڑھنے کو صرف غیر مقلدین نے نہیں امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ حنفی وغیرھما نے بھی جائز رکھا ہے۔ ان کا استدلال جناب ابو قتادہؓ سے مروی ایک حدیث سے ہے (ابو داؤد ج ۱ ص ۴۲۱۔ بیہقی ج ۳ ص ۱۹۳) نیز امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا بالاجماع مکروہ نہیں ہے (شرح مسلم ص ۲۷۶)۔

مصنف لکھتے ہیں ان اوقات میں کوئی بھی نماز جائز نہیں نہ فرض نہ واجب نہ سنت نہ نفل۔ حالانکہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے جسے قبل از طلوع آفتاب ایک رکعت مل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی اسے صبح کی نماز مل گئی (عن ابی ہریرہؓ۔ بخاری ص۷۹۔ مسلم ص۲۲۱) یہ مسئلہ سب ائمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے سوائے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے۔ انکے نزدیک اس صورت میں عصر کی نماز ہو جائے گی صبح کی نماز نہیں ہو گی (ہدایہ ص۵۵) ثابت ہوا ان اوقاتِ مکروہہ میں بلا سبب کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

بلا عذر جمع بین الصلوٰتین

نمبر ۲۷ ص ۲۵۲

اس کے تحت مصنف نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز وقت پر پڑھتے تھے سوائے مزدلفہ اور عرفات کے (نسائی ج ۲ ص ۳۹) عرفات کے الفاظ صرف ایک مقام پر نسائی میں ہیں ورنہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صرف مزدلفہ کے بارے میں جمع بین الصلوٰتین کا ذکر ہے (نسائی ج ا ص ۷۱ ج ۲ ص ۴۰۔ بخاری ص ۲۲۸۔ مسلم ج ا ص ۴۱۷)۔

چنانچہ اس کے تحت علامہ نووی فرماتے ہیں کہ کئی احادیث صحیحہ سے جمع بین الصلوٰتین کے جواز کا ثبوت ملتا ہے اور یوں اس روایت میں تو یہ بھی ذکر نہیں کہ عرفات میں بھی ظہر و عصر جمع کی جاتی ہیں جو کہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اسی طرح محشی نسائی علامہ سندھی حنفی نے بھی اس کی شرح میں لکھا ہے گویا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ عرفات اور سفر میں جمع بین الصلوٰتین کی احادیث پر مطلع نہ ہو سکے (بحوالہ تعلیقات سلفیہ ج ۲ ص ۳۹) معلوم ہوا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں عرفات کا لفظ کسی راوی کا تفرد ہے۔

مصنف لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین کے نزدیک جمع بین الصلوٰتین بلا عذر بھی جائز ہے۔ گذارش ہے کہ غیر مقلدین بھی کسی عذر کی بنا پر ہی جائز سمجھتے ہیں عادت کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بناء پر نہیں۔ سفر بھی عذر ہے، بارش بھی عذر ہے، بیماری بھی عذر ہے، کوئی کام بھی عذر ہے۔ اب اگر احناف عذر کو عذر ہی نہ سمجھیں تو ہمارا کیا قصور ہے (عن معاذ بن جبلؓ۔ مسلم ص ۲۶۴ میں روایات موجود ہیں کہ نبی ﷺ سفر میں ظہر، عصر اکٹھی اور مغرب عشاء اکٹھی پڑھ لیتے تھے اور حضر میں بھی پڑھ لیتے تھے (عن ابن عباسؓ بخاری ص ۷۷۔ مسلم ۲۴۶) اور ایک روایت میں یہ صاف الفاظ موجود ہیں بغیر کسی خوف اور سفر کے (عن ابن عباسؓ۔ مسلم ص ۲۴۶) فرقہ تاویلیہ یعنی احناف ان احادیث صحیحہ کو جمع صوری پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت شروع ہو جاتا تو ظہر اور عصر دونوں کو جمع کر کے پڑھ لیتے (مسلم ص ۲۴۵) اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ مغرب اور عشاء شفق غائب ہونے کے بعد یعنی عشاء کے وقت پڑھ لیتے (مسلم ص ۲۴۵)۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ حنفی نے جمع صوری والی اس تاویل کا رد فرمایا ہے (التعلیق الممجد) علامہ نوویؒ فرماتے ہیں ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے کہ جس سفر میں نماز قصر جائز ہے اسمیں جمع بین الصلوٰتین بھی جائز ہے (شرح مسلم ۲۴۷) ترمذی شریف میں ہے کہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ امام اسحٰقؒ کے نزدیک سفر میں جمع تقدیم بھی جائز ہے اور جمع تاخیر بھی (ج ۱ ص ۳۸۷) امام مالکؒ صرف جمع تاخیر کے قائل ہیں۔

دوہری اقامت

نمبر ۲۸ ص ۲۵۹

حنفیہ ہمیشہ دوہری اقامت کے قائل ہیں۔ مصنف نے اس مقام پر سیدنا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے جس میں اقامت کے سترہ کلمات بیان ہوئے ہیں۔ اس سے دوہری اقامت کے جواز کا ثبوت ملتا ہے مگر اس حدیث میں اذان کے انیس کلمات بیان ہوئے ہیں جس کا مطلب ترجیع ہے۔ اس پر بھی تو انہیں ایمان لانا چاہیئے۔ مصنف نے ادھر ادھر سے ضعیف روایتیں اکٹھی کر کے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اقامت کو دوہرا ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے مگر سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ صحیح حدیث بیان نہیں کی کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دوہری اور اقامت اکہری کہنے کا حکم دیا تھا (بخاری ص ۵۸۔ مسلم ص ۱۶۴)۔

یہ حدیث لانے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم صحابہ و تابعین سے یہی مروی ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق رحمہم اللہ کا یہی قول ہے (ص ۱۷۲)۔ کوئی ایسی روایت موجود نہیں جس میں حنفیہ کی طرح اذان کے پندرہ کلمات کے ساتھ دوہری اقامت کا بیان ہوا ہو۔

کانوں کے برابر رفع الیدین

نمبر ۲۹ ص ۲۷۰

مصنف نے کچھ صحیح اور اکثر ضعیف روایتیں نقل کر کے تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک رفع یدین ثابت کی ہے۔ لیکن افسوس کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر ان کی نظر نہیں پڑی کہ نبی ﷺ اپنے کندھوں کے برابر رفع یدین فرماتے تھے (بخاری ص ۱۰۲۔ مسلم ص ۱۶۸) صرف غیر مقلدین کا نہیں صاحب ہدایہ کے مطابق جناب امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے (ص ۶۸)۔ ویسے ہمارے نزدیک دونوں طرح جائز ہے۔ تطبیق بھی صحیح ہے یعنی ہاتھ کندھوں کے برابر اور انگلیاں کانوں کے برابر ہوں۔ حنفیہ انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر کرتے ہیں (ہدایہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص ۶۸) اس کا کوئی صحیح ثبوت نہیں۔ تفصیل قد قامت الصلاۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہاتھ باندھنے کا مقام

نمبر ۳۰ ص ۲۷۸

مصنف نے یہاں زیر ناف ہاتھ باندھنے کے متعلق چند روایات نقل کی ہیں جن میں کوئی بھی صحیح نہیں۔ افسوس کہ انہیں اپنی لال کتاب میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے کی توفیق نہ ہو سکی کہ لوگوں کو حکم تھا وہ اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں کلائی پر رکھیں (بخاری ص ۱۰۲ موطا امام مالک ص ۵۵)

یا رہے کلائی پر ہاتھ رکھنے سے ہاتھ زیر ناف نہیں باندھے جا سکتے۔ نیز سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بھی ہاتھ نہیں لگایا کہ نبی ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پہنچے اور کلائی پر رکھا (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۴۳)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

یہ حدیث ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ کیفیت سینے پر ہاتھ رکھنے کو مستلزم ہے (تعلیق مشکوٰۃ) یہ حدیث نسائی میں بھی ہے (ص ۱۰۵) صحیح ابن خزیمہ میں اسی صفحہ پر ایک روایت میں یہ وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھے۔ نیز سیدنا ھلب طائی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے (مسند احمد ج ۵ ص ۳۴)

صاحب ہدایہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب بیان کیا ہے۔ (ص ۷۰) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ ابن خزیمہ کی سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ہمارے علمائے حنفیہ ایسے دلائل سے حجت پکڑتے ہیں جو موثق نہیں (عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۳ ص ۱۵)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثناء

نمبر ۳۱ ص ۲۸۵

اس باب میں مصنف نے درجہ سوم کی کتابوں سے ضعیف اور منقطع روایتیں نقل کر کے بطور ثناء **سبحانك اللهم** ..... الخ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد **اللهم باعد بيني** ..... الخ پڑھنا چاہیئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ۹۱۲ صفحات کی کتاب کے مصنف نے کسی مستند مدرسہ میں تعلیم نہیں پائی ورنہ انہیں وہ حدیث ضرور نظر آجاتی جسمیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ (فرض نمازوں میں تکبیر تحریمہ اور قراءت کے درمیان **اللهم باعد بيني** ..... الخ پڑھا کرتے تھے (عن ابی ہریرۃ۔ بخاری ص ۱۰۳۔ مسلم ص ۲۱۹) علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اصح قرار دیا ہے (فتح القدیر بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۳)۔

بسم اللہ جہری یا سری؟

نمبر ۳۲ ص ۲۹۱

اس باب میں مصنف نے بسم اللہ کو سری پڑھنے کے حق میں صرف سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پیش کی ہے جسے پانچ حوالوں سے نقل کر کے انہوں نے اسے پانچ دلائل کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی طرح حدیث کی بنا پر مجھ ناچیز کا بھی یہی خیال ہے کہ بسم اللہ عام طور پر سری پڑھنی چاہیئے لیکن مصنف کا اپنی غیر معتبر حنفی کتب کے حوالوں سے یہ ثابت کرنا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ بالجہر پڑھنے والوں کو گنواروں کا فعل قرار دیا ہے۔ ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گنوارانہ الزام ہے۔

ایک روایت انہوں نے عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے سے پیش کی ہے کہ میرے باپ نے اسے بدعت کہا ہے (ترمذی ج۱ ص ۲۰۴)۔ امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے لیکن امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین کا اعتبار نہیں اس میں ابن عبداللہ بن مغفل مجہول ہے۔ بقول امام نووی رحمہ اللہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ، ابن عبدالبر رحمہ اللہ اور خطیب رحمہ اللہ جیسے حفاظ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور امام ترمذی کی تحسین کا انکار کیا ہے (الخلاصہ بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۴)

مصنف نے اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے پوری کتاب میں یک طرفہ ٹریفک چلائی ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دورانِ امامت میں بسم اللہ بالجہر پڑھی اور آخر میں فرمایا میں تم سب سے زیادہ نبی ﷺ کیساتھ نماز میں مشابہ ہوں (عن نعیم المجمر نسائی ۱۰۸)

بعض غیر مقلدین نے اگر جہری بسم اللہ کو افضل قرار دیا ہے تو اسمیں وہ تنہا نہیں۔ (امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں (نصب الرایہ بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۰۴) نیز امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر رضی اللہ عنہم، بعد کے تابعین اور امام شافعی رحمہم اللہ کے علاوہ اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ اور ابو خالد کوفی رحمہ اللہ کا مسلک بھی قرار دیا ہے (ص ۱۰۵)۔

فاتحہ خلف الامام

نمبر ۳۳ ص ۲۹۹

یہ مسئلہ چندان مسائل میں سے ہے جن پر حنفی مذہب کی زندی اور موت کا انحصار ہے۔ تبھی مصنف نے اس کیلئے پچپن ۵۵ صفحات وقف فرمائے ہیں۔ یہ دلائل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی پرانے اُگلے ہوئے نوالے ہیں جن کا سینکڑوں مرتبہ جواب دیا جا چکا ہے۔ میری کتاب قد قامت الصلوٰۃ میں بھی ضرورت کے مطابق ان کی تفصیل موجود ہے۔ اس مقام پر مصنف نے بہت قلم گھسیٹا ہے لیکن وہ ایک دلیل بھی خاص فاتحہ خلف الامام کے خلاف نہیں دے سکے جو دلیل ان کے تمام دلائل کے لئے ڈیٹو کی حیثیت رکھتی ہے وہ خاتم النبین ﷺ کا یہ فرمان ہے:

لا صلوٰۃ لمن یقرأ بفاتحة الکتاب (عن عبادہ بن صامتؓ۔ بخاری ص ۱۰۴۔ مسلم ۱۶۹)

جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں ہے۔ حنفیہ قیامت تک کوئی ایسی صحیح دلیل پیش نہیں کر سکتے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نبی ﷺ نے فاتحہ خلف الامام پڑھنے سے منع فرمادیا تھا۔ باقی ان کا ہر مخالف مسئلہ کو صرف غیر مقلدوں کا مسلک بتلانا اور مسلسل یہی وظیفہ پڑھتے چلے جانا فقط اظہارِ بغض کی ایک علامت ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں اکثر اہل علم صحابہؓ و تابعینؒ و بعدھم قرأت خلف الامام کے قائل ہیں۔ یہی مذہب ہے امام مالک رحمہ اللہ، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمہم اللہ کا۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (جو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مشہور شاگرد ہیں) فرماتے ہیں "میں بھی امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور لوگ بھی پڑھتے ہیں سوائے ایک کوفی قوم کے (ص ۲۵۶) یعنی حنفیہ کے۔

رکوع کی رکعت

نمبر ۳۴ ص ۳۵۳

حنفیہ رکوع کی رکعت کے قائل ہیں۔ ان کا اصل استدلال سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ وہ چلتے چلتے رکوع میں شامل ہوئے۔ نبی ﷺ نے ان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فرمایا کہ آئندہ ایسے نہ کرنا (بخاری ص ۱۰۸) لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی اسے لوٹاؤ۔

جواباً عرض ہے کہ نبی ﷺ کا منع فرما دینا ہی آئندہ کے لئے اس سارے مسئلے کو منسوخ کر دیتا ہے۔ اگر لوٹانے کا حکم نہ دینا ہی فاتحہ خلف الامام کی نفی کی دلیل ہے تو پھر قیام کی بھی نفی ہو جانی چاہیئے کیونکہ نبی ﷺ نے عدم قیام کے باوجود بھی تو لوٹانے کا حکم نہیں دیا ممنوعہ بات سے استدلال کرنا نامناسب ہے۔ ورنہ تو پھر چلتے پھرتے رکوع بھی جائز ہو جانا چاہیئے۔ بلکہ نماز میں گفتگو بھی جائز ہو جانی چاہیئے کیونکہ سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے نماز میں باتیں کیں تو آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا (لیکن نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ مسلم ج ۱ ص ۲۰۳)

نبی ﷺ سے کوئی ایسی حدیث مروی نہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو جس نے رکوع پالیا اس کی رکعت ہو گئی۔

آخری دو رکعتوں میں قراءت

نمبر ۳۵ ص ۳۶۱

اس باب میں مصنف نے دو باتیں ثابت کی ہیں۔ ایک یہ کہ آخری رکعتوں میں فاتحہ کے سوا کوئی قرأت کرنا جائز نہیں۔ دوسری یہ کہ آخری رکعتوں میں فاتحہ کی جگہ تسبیح یا خاموشی بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے یہ تو صحیح ہے کہ آخری رکعتوں میں صرف فاتحہ پر اکتفا کیا جا سکتا ہے لیکن یہ کہنا کہ اس کے سوا قرأت جائز نہیں غلط ہے۔ صحیح مسلم میں یوں بھی آتا ہے کہ نبی ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بقدر تیس آیات کے اور آخری دو رکعتوں میں بقدر پندرہ آیات کے تلاوت فرماتے تھے۔ (عن ابی سعید خدریؓ ص ۱۸۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ سے بھی ایک قول اس کے حق میں مروی ہے (شرح مسلم نووی)۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے یہ مسئلہ ہدایہ میں بیان ہوا ہے (ج ا ص ۱۰۶) بلکہ فتاویٰ عالمگیری میں تو لکھا ہے کہ کسی بھی دو رکعتوں میں قرأت کرلے (ج ا ص ۶۹) یعنی پہلی پچھلی کا سوال ہی نہیں۔ یہ مسئلہ نبی ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں۔ صحاح ستہ میں مروی احادیث نبوی ﷺ کے مقابلے میں درجہ سوم کی کتابوں کی حقیقت ہی کیا ہے؟ نبی ﷺ نے مسئی الصلوٰۃ کو قرأت سمیت نماز کا جو طریقہ بتلایا تھا اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں پھر ساری نماز اسی طریقہ پر پڑھو (عن ابی ہریرہؓ۔ بخاری ۱۰۹)۔ فرقہ حنفیہ کو اگر اہلحدیث کہلانے کا شوق ہے تو انہیں اپنے اندر تبدیلی لانا پڑے گی۔

آمین

نمبر ۳۶ ص ۳۶۸

مصنف نے آمین آہستہ ثابت کرنے کے لئے کاغذ کا اچھا خاصا ضیاع فرمایا ہے مگر کام کی کوئی دلیل نہیں دے سکے۔ سب اوٹ پٹانگ استدلال ہیں۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے صاف مروی ہے کہ نبی ﷺ بآواز بلند آمین کہتے تھے (ترمذی ۲۰۸۔ ابوداؤد ص ۳۵۱)۔ اس کی سند صحیح ہے (تلخیص ابن حجر رحمہ اللہ)۔

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور مقتدیوں کی آمین سے مسجد گونج اٹھی (بخاری ص ۱۰۷) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی بلند آواز سے آمین کہتے تھے چاہے امام ہوں یا مقتدی (بیہقی ج ۲ ص ۵۹)۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ، تابعین اور بعد کے لوگوں کا یہی مسلک ہے کہ آمین بلند آواز سے کہنی چاہیئے آہستہ سے نہیں کہنی چاہیئے۔ امام شافعیؒ،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحٰقؒ کا یہی مذہب ہے۔(ص ۲۰۹) مولانا سراج احمد حنفی نے شرح ترمذی ج ۱ ص ۲۷۳ میں مولانا عبدالحیٔ حنفی رحمہ اللہ نے التعلیق الممجد ص ۱۰۵ میں اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رحمہ اللہ نے مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۴۰۱ میں بالجہر آمین کو ترجیح دی ہے۔ مصنف نے آمین بالاخفاء کے حق میں جو دلائل دیئے ہیں قد قامت الصلوٰۃ میں ان کا بالتفصیل جواب دیا جا چکا ہے۔ علامہ ابن ہمامؒ حنفی فرماتے ہیں آمین آہستہ کہنے کی حدیث سے مراد یہ ہے کہ چلا کر نہ کہے اور جہر کی حدیث سے یہ مراد ہے کہ درمیانی آواز سے کہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۱۷) نبی ﷺ نے فرمایا..... جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (عن ابی ھریرۃؓ۔ نسائی ص ۱۱۳)

مصنف لکھتے ہیں "اخفا میں بھی موافقت ہو سکتی ہے یعنی جیسے فرشتے آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں حتی کہ ان کی آمین کی آواز سنائی نہیں دیتی ایسے ہی ہمیں بھی آہستہ آواز سے آمین کہنی چاہیے" میں پوچھتا ہوں کہ فرشتے جو بات اونچی آواز میں کرتے ہیں کیا وہ مصنف صاحب کو سنائی دیتی ہے۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔

میرے بھائی فرشتے جب آمین کہتے ہیں تو اسوقت وہ کسی کو نظر بھی نہیں آتے لہذا اس میں بھی ان کی موافقت ہونی چاہیئے اب چاہیئے کہ احناف بھی کسی کو نظر نہ آیا کریں۔

رفع الیدین

نمبر ۷ ۳ ص ۳۹۰

یہ مسئلہ بھی حنفی مسلک کے ارکان خمسہ میں سے ایک ہے سچ پوچھئے تو یہ ان کی چڑ بن چکا ہے رفع الیدین جیسی سنت صحیحہ و ثابتہ کو نشانہ بنانے کے لئے حنفیہ کی فوج نے اپنے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوجڑی کیمپ میں اب تک جس قدر میزائل جمع کر رکھے تھے وہ سب مصنف نے چلا دیے اور سب ناکارہ گئے الحمد للہ کوئی بھی نشانے پر نہیں بیٹھا۔ ان کا تفصیلی جواب میری کتاب قد قامت الصلوۃ میں آچکا ہے سر فہرست انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی مسند ابو عوانہ اور مسند حمیدی کی روایتیں پیش کی ہیں اور یہ دونوں روایتیں حنفیہ کی طرف سے کئے گئے ردو بدل کا بدترین شاہکار ہیں۔ [ان دونوں حدیثوں میں احناف نے تحریف کی ہے اس کے لئے ادارہ احیاء السنہ کی کتاب "جز رفع الیدین" خالد گرجاکھی" دیکھئے] دیگر سب روائتیں بھی ضعیف یا موضوع یا ان کے ہیر پھیر کا شکار ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صاف مروی ہے کہ نبی ﷺ شروع میں بھی اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے (بخاری ص ۱۰۲ مسلم ۱۶۸ مؤطا امام مالک ص ۲۵) وغیرہ صحیحین کی احادیث کے مقابلے میں حنفیہ کی پیش کردہ اور تیار کردہ روایات کوئی حیثیت نہیں رکھتیں امام محمد بن نصر مروزیؒ فرماتے ہیں سوائے اہل کوفہ (احناف) کے تمام شہروں کے علماء کا رفع الیدین کی مشروعیت پر اجماع ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰) ملا علی قاریؒ حنفی فرماتے ہیں امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام (اہلسنت) احمد بن حنبلؒ کا یہی مذہب ہے (شرح امام اعظمؒ) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں امام مالکؒ اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے (مصفےٰ شرح مؤطا ص ۱۰۶) نیز فرماتے ہیں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت کندھوں کے برابر رفع یدین کرنا چاہیئے جو رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے رفع یدین نہ کرنے والوں سے زیادہ محبوب ہے (حجۃ اللہ بالغہ ج ۲ ص ۱۰) مولانا عبدالحیؒ لکھنوی حنفیؒ فرماتے ہیں "یہ رفع یدین نبی ﷺ اور بہت صحابہ کرامؓ سے صحیح طرق کے ساتھ ثابت ہے (سعایہ ج ۱ ص ۲۱۳) نیز انھوں نے اس کے منسوخ ہونے کی سختی سے تردید فرمائی ہے (التعلیق الممجد ص ۸۹) شاہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ بھی رفع الیدین کے قائل تھے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جز رفع الیدین بخاری میں ہے کہ اہل علم کے نزدیک کسی صحابی سے بھی ثابت نہیں کہ وہ رفع الیدین نہ کرتے ہوں (ص ۴) یہ محض پراپیگنڈہ ہے کہ نبی ﷺ پہلے رفع الیدین کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے چھوڑ دی۔ صحاح ستہ کی روایات کے مطابق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ اور ملازم صحبت صحابی نے رسول اکرم ﷺ کی رفع الیدین کا معمول آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہی بیان کیا ہے۔ حنفیہ کا رفع الیدین کی احادیث کو منسوخ مشہور کرنا ان کے لاجواب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ ان کا آخری حربہ ہوتا ہے۔

حنفیہ کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی کے ایک چھوٹے سے رسالہ کا نام ہے "قرآن و حدیث کے دلائل قطعیہ سے مسلک حنفیہ کی تائید"۔ ادلہ کاملہ۔ رفع الیدین کے متعلق سوال کے جواب میں فرماتے ہیں "ہم آپ (ﷺ) سے دوام رفع الیدین کی نص صریح حدیث متفق علیہ کے طالب ہیں اگر ہو تو لائیے" (ص ۱۲)۔ اکثر مسائل میں شیخ الہند صاحبؒ نے اسی طرح حدیثوں سے جان چھڑائی ہے اگر ہر مسئلے کے بارے میں یہی شرط عائد کر دی جائے کہ فقط وہی حدیث قابل قبول ہو گی جس پر نبی ﷺ کا تادم واپسیں عمل کے ثبوت کا ذکر ہو تب تو میرا خیال ہے ہمیں تمام ذخیرہ احادیث ہی کو ناقابل عمل ٹھہرا دینا چاہیئے جیسا کہ حنفی ٹھہرا چکے ہیں۔ معاف رکھنا شیخ الہند کی جتنی شہرت سنی تھی یہ رسالہ پڑھ کر ان کی علمیت کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہیں ہوتا۔

اس باب کا عنوان مصنف نے یوں باندھا ہے "تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کرنا چاہیئے"۔ اگر مسئلہ یہی ہے تو پھر دعائے قنوت کے وقت بھی رفع الیدین نہیں کرنا چاہیئے۔ تکبیرات عیدین کے موقع پر بھی رفع الیدین نہیں کرنا چاہیئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جلسہء استراحت

نمبر ۳۸ ص ۴۳۶

مصنف نے جلسہء استراحت کی بھی زور و شور سے مخالفت کی ہے اور اسے فلاں فلاں کا مسلک بتلایا ہے۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ جیسے جلسہ استراحت صرف غیر مقلدین کا مسلک ہو۔

شاید ان کی نظر اس حدیث پر نہیں پڑی کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو ہر طاق رکعت میں بیٹھ کر اٹھتے دیکھا (بخاری ص ۱۱۳)۔ بخاری شریف کے اسی صفحہ پر موجود سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت کو خود مصنف نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو نبی اکرم ﷺ جیسی نماز پڑھ کر دکھلائی اور وہ نماز عمرو بن سلمہؓ جیسی تھی جو جلسہء استراحت کیا کرتے تھے۔

ایوب راوی نے کہا کہ یہ عمل میں نے اور لوگوں کو کرتے نہیں دیکھا۔ مصنف اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس دور میں جلسہ استراحت کا بالکل رواج نہیں تھا۔ سوال یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا عمل معلوم ہو جانے کے بعد کیا یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ لوگوں میں اس کا رواج تھا یا نہیں؟ ممکن ہے بعض لوگوں نے لاعلمی کی وجہ سے یا ضروری نہ سمجھنے کی وجہ سے اسے ترک کر دیا ہو۔ میرے بھائی ہم میں اور آپ میں بس یہی فرق ہے۔ ہم نے کلمہ سرورِ کائنات ﷺ کا پڑھا ہے رسوم و رواج کا نہیں۔ اہلسنت بننے کے لئے ترکِ سنت کی نہیں ترکِ تقلید کی ضرورت ہے۔ نیز یاد رہے کہ یہ صرف غیر مقلدین کا مسلک نہیں خود صاحب ہدایہ نے اسے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک قرار دیا ہے (ص ۷۶) اتنا بھی تجاہل عارفانہ کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں جلسہ استراحت کی مشروعیت کا ثبوت ہے نیز امام شافعی رحمہ اللہ اور اہلحدیث کی ایک جماعت کا یہی مسلک ہے۔

زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگا کر کھڑے ہونا

نمبر ۳۹ ص ۴۵۰

حنفیہ اس کے قائل نہیں۔ مصنف نے اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے ضعیف روایتوں کا سہارا لیا ہے۔ صحیح روایت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ پہلے ذکر آچکا ہے کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی نماز نبی ﷺ جیسی تھی۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ اپنا سر دوسرے سجدے سے اٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے (بخاری ص ۱۱۴۔ نسائی ص ۱۳۶)۔

سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ سجدہ سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑ کر اس کے اوپر بیٹھ جاتے اور مکمل اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر کھڑے ہوتے (ابوداؤد ص ۲۶۶)۔

تورک

نمبر ۴۰ ص ۴۵۴

اس باب میں بھی مصنف نے ضعیف اور بعض غیر واضح روایتیں نقل کر دی ہیں۔ صحیح حدیث سے نہ جانے کیوں ان کی جان نکلتی ہے۔ سیدنا ابو حمید ساعدیؓ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مجلس میں فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ قعدہ اولی میں بصورت افتراش اور قعدۂ ثانیہ میں بصورت تورک بیٹھتے تھے (بخاری ص ۱۴۴)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر باب کے آخر میں مصنف لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین کا یہ مسلک ہے۔ پتہ نہیں غیر مقلد کا لفظ کوئی چورن ہے جس سے ان کے معدہ کا نظام درست ہو جاتا ہے۔ محترم پہلے ہی ایسی باتیں نہیں لکھنی چاہئے جو ہضم نہ ہو سکیں۔ گذارش ہے کہ تورک صرف ہمارا ہی نہیں، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے (عون المعبود ص ۲۶۶)۔

جناب عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے (غنیۃ الطالبین ص ۱۰) بلکہ امام مالک رحمہ اللہ تو تمام قعدوں میں تورک کے قائل ہیں۔ افسوس کہ حنفیہ جلسہ استراحت کو ٹیک لگا کر اٹھنے کو اور تورک کو نبی اکرم ﷺ کے بڑھاپے پر محمول فرما لیتے ہیں۔ تاویلات میں تو یہ ماسٹر ہوئے۔

پہلے قعدہ میں صرف تشہد

نمبر ۴۱ ص ۲۶۱

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدہ اول میں صرف تشہد پڑھنا چاہیئے (مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۹ تا ۴۵۶۔ ترمذی ص ۵۰)

میں اس مسئلہ میں مصنف کے ساتھ متفق ہوں لیکن کیا کیا جائے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے ایک حدیث یوں بھی آتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو رکعتوں کے بعد بیٹھو تو تشہد پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی پسندیدہ دعا مانگا کرو (نسائی ص ۱۳۷)۔

معلوم ہوا قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور دعائیں بھی مانگی جا سکتی ہیں۔ بعض غیر مقلدین نے اس سے استدلال کیا ہے تو وہ تنہا قصوروار نہیں۔ امام شافعیؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے اصحاب کا بھی یہ مسلک ہے (کتاب الام امام شافعی۔ المجموع ج ۳ ص ۲۶۰ بحوالہ صفۃ صلاۃ النبی ﷺ از علامہ البانی ص ۱۴۲)۔

اوپر والی روایات کے پیش نظر میرے خیال کے مطابق حنفی مسلک کو ترجیح ہے لیکن قعدہ اولی میں اگر کوئی درود شریف پڑھ لے تو اس پر سجدہ سہو واجب کرنا زیادتی ہے۔

فرضی نماز کے بعد اجتماعی دعا

نمبر ۴۲ ص ۴۶۸

بے شک نبی ﷺ سے نماز کے بعد دعائیں مانگنا ثابت ہے تاہم مصنف کسی صحیح حدیث سے اجتماعی دعا کا ثبوت مہیا نہیں کر سکے۔

مگر آخر میں لکھتے ہیں انہی احادیث و آثار نیز امت کے توارث کے پیش نظر فقہاء کرام نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کو مستحب قرار دیا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد امام اور مقتدیوں کا اجتماعی دعا مانگنا بدعت ہے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے دور میں نہ تھا (فتاوی ابن تیمیہؒ ج ۱ ص ۱۸۴)۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری حنفی رحمہ اللہ نے اسے ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۳۸)۔

مولانا ابو القاسم رفیق لاوریؒ حنفی لکھتے ہیں کہ یہ بدعت سئیہ ہے (عماد الدین ص ۳۶۵) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس نماز کے بعد نفل پڑھے جاتے ہیں اس نماز کے بعد اٹھ کھڑا ہو اور جس نماز کے بعد نفل نہیں پڑھے جاتے جیسے عصر اور صبح کی نماز تو اسمیں اختیار ہے (عمدۃ القاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحر الرائق، فتاویٰ عالمگیری بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۴۷)۔ یعنی فقہ حنفیہ کی رو سے ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد دعا مانگنا تو کجا بیٹھنے کی بھی اجازت نہیں۔ فجر اور عصر کے بعد بھی اختیار ہے چاہے بیٹھے یا اٹھ کھڑا ہو۔ دعا کی پابندی کا تو مسئلہ ہی کوئی نہیں۔ تفصیل میری کتاب "قد قامت الصلوٰۃ" میں دیکھیں۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق

نمبر ۴۳ ص ۴۷۹

یہاں مصنف نے بعض ضعیف روایات و آثار کی بنا پر مرد اور عورت کی نماز میں فرق بیان کرنے کی کوشش فرمائی ہے جس کی کچھ حقیقت نہیں۔ البتہ چند باتوں کی طرف توجہ دلانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ جزء رفع الیدین بخاری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "ام الدرداء نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں"۔

اصولاً انہیں یہ بھی بتلانا چاہیئے تھا کہ وہ ایسا کب کرتی تھیں۔ تو اس روایت کے پورے الفاظ ملاحظہ فرمایئے جو یہ ہیں کہ وہ شروع میں ہاتھ اٹھاتی تھیں اور رکوع کے وقت اٹھاتی تھیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت اٹھاتی تھیں۔ شاید ان الفاظ کا وہ لیچ ذرا زیادہ تھا اس لئے انہیں اس سے خطرہ محسوس ہوا۔ باقی ہمیں یہ بات بتلانے کی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی تھیں۔ کیونکہ ہم تو مرد ہو یا عورت، ہر دو کے لئے کانوں یا کندھوں کے برابر رفع الیدین جائز سمجھتے ہیں۔

قبل ازیں مصنف نے بحوالہ معجم طبرانی کبیر ج ۲ ص ۱۸ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی (ثدیین) کے برابر اٹھائے۔ سوال یہ ہے کہ چھاتی (ثدیین) اور کندھے کے درمیان کیا مناسبت ہے۔ اور بروایت حسن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عورت کانوں تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع الیدین کرے (حاشیہ ہدایہ ص ۶۹)۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۹ کے حوالے سے جناب عطاء رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ ان للمرأة هيئة ليست للرجل یعنی نماز میں عورت کی کیفیت مرد جیسی نہیں۔ مگر اگلے الفاظ نقل نہیں فرما سکے شاید اس وقت لوڈ شیڈنگ ہو گئی تھی جو یہ ہیں "وان ترکت ذلك فلا حرج" یعنی اگر عورت الگ کیفیت نہ بھی اختیار کرے تو کوئی حرج نہیں۔ قابل دریافت بات یہ ہے کہ اگر یہ کوئی شرعی مسئلہ ہوتا تو کیا جناب عطاء رحمہ اللہ کو یہ اختیار تھا؟

مصنف نے مرد و عورت کی نماز کے متعلق ابراہیم نخعیؒ کا حوالہ بھی دیا ہے حالانکہ اسی صفحہ پر ان سے یہ بھی مروی ہے کہ عورت نماز میں مرد کی طرح بیٹھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۷۰)۔ اور اسی صفحہ پر بلکہ بخاری ص ۱۱۴ پر بھی سیدہ ام الدرداءؓ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ وہ نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔

محترم مصنف عورتوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ باز زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔ اس کی دلیل انہوں نے کوئی نہیں دی۔ حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اس ہیئت کو کتے کی ہیئت سے تشبیہ دی ہے (عن انسؓ۔ بخاری ص ۱۱۳۔ مسلم ص ۱۹۳)۔ گذارش ہے کہ جہاں تک عورت کے باپردہ ہونے کا تعلق ہے آمنا و صدقنا۔ لیکن نماز میں سکڑ سمٹ کر کھڑا ہونے کے بارے میں کوئی بھی کام کی روایت نہیں۔

لکھتے ہیں مرد کی نماز ننگے سر ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر ہرگز نہیں ہو گی"۔ مرد اور عورت کی نماز میں فرق کرنے کیلئے جوش میں مصنف نے تسلیم کر لیا ہے کہ مرد کی نماز ننگے سر ہو جاتی ہے۔ چلو یہ روز روز کا جھگڑا تو ختم ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بھائی مردوں کیلئے سر پر کپڑا رکھنے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں وہ دراصل مرد و عورت کی نماز کی تفریق کو مٹاتے ہیں اور عورت سے مشابہت پیدا کرتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون کے آخر میں مصنف لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں غیر مقلدین نے ابن حزم ظاہریؒ کی تقلید کی ہے۔ خیال فرمایئے کہ ایک ہی فقرے میں انہوں نے کتنی متضاد بات کہہ دی ہے۔ غیر مقلد بھی اور تقلید بھی۔ یہ بات اتنی ہی غلط اور متضاد ہے جتنی یہ بات غلط اور متضاد ہے کہ کہا جائے امام ابو حنیفہؒ غیر مقلد کے مقلدین اہلحدیث ہیں۔ حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا نام انہوں نے اسطرح لیا ہے جیسے وہ انکے چھوٹے بھائی ہوں۔ دیوبندی مولویوں کے سوا انہوں نے کسی کا ادب کرنا سیکھا ہی نہیں۔

بچے کی امامت

نمبر ۴۴ ص ۴۹۰

اس باب میں مصنف نے صرف اقوال بیان کر کے فتویٰ دے دیا ہے کہ مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ نابالغ کے لئے امام بننا جائز نہیں۔ گویا ان کے نزدیک اقوال بھی احادیث کا درجہ رکھتے ہیں۔ دیانتاً انہیں بخاری شریف میں مذکور یہ واقعہ بھی بیان کرنا چاہیئے تھا کہ کہ نبی ﷺ نے سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان کو یہ حکم دیا کہ تمہاری امامت وہ کروائے جو تم میں زیادہ قرآن پڑھا ہوا ہو۔ چنانچہ ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو اپنا امام بنایا جن کی عمر اس وقت چھ یا سات برس کی تھی (ص ۶۱۵)۔ معلوم ہوا کہ معیار بلوغت نہیں قرآن پاک ہے۔

بعض لوگوں نے اس شبہ کا اظہار کیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ نزول قرآن میں ایک کام کا ہونا اور اس سے منع نہ کیا جانا محدثین کے نزدیک حکماً مرفوع تقریری حدیث کا درجہ رکھتا ہے (شرح نخبہ ص ۷۷)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعیہ کے لئے دلیل ہے کہ سیانے بچے کے پیچھے نماز جائز ہے اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اجتہاد سے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کو امام بنایا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع نہ تھی انہوں نے انصاف سے کام نہیں لیا زمانہ وحی میں ایک ناجائز عمل جاری نہیں رہ سکتا (فتح الباری ج ۸ ص ۲۳)۔

بریلوی حضرات تو کھلم کھلا غیب کے قائل ہیں۔ وہ تو یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ نبی ﷺ کو اطلاع نہ ہو گی بلکہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے مشترکہ دادا پیر حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں (ترجمہ) مرید کو اس بات پر یقین رکھنا چاہیئے کہ شیخ کی روح ایک زمانے میں قید نہیں ہوتی۔ مرید جہاں کہیں بھی ہو شیخ سے نزدیک ہو یا دور شیخ کی روحانیت اس سے دور نہیں ہوتی (امداد السلوک مصنفہ رشید احمد گنگوہیؒ ص ۱۰)۔

صفحہ ۷۶ پر اس کے متعلق ایک اعتراض کے جواب میں مصنف فرماتے ہیں "غیر مقلدین قیامت تک بھی یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ نبی علیہ السلام کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور آپ ﷺ نے منع نہیں فرمایا"۔

میں مصنف ہذا سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ قیامت تک کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کر سکتے ہیں جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے بچے کی امامت سے منع فرمایا ہو؟

امام شوکانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں حسن بصری رحمہ اللہ، امام اسحٰق، امام شافعی اور امام یحییٰ رحمہم اللہ، سب بچے کی امامت کو جائز سمجھتے ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۷۶)۔ یہی مسلک درست ہے کیونکہ یہ صحیح حدیث کے مطابق ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی کا قول دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار :: مت دیکھ کسی کا قول و کردار

اگر کسی صحابی وغیرہ سے اس کے خلاف واقعی کچھ مروی ہے تو ممکن ہے کہ ان کا مقصد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہو کہ بالغ قاری کی موجودگی میں نابالغ کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

امام بہترین شخص ہونا چاہیئے

نمبر ۴۵ صفحہ ۴۹۶

اس مسئلہ کی تائید میں مصنف نے چند ضعیف اور واہی روایات نقل کی ہیں۔ تاہم یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ امام بہترین شخص کو ہونا چاہیئے۔ بقول مصنف اگر مولانا وحید الزمان صاحب رحمہ اللہ نے نزل الابرار ج ا ص ۶۷ میں رافضی خارجی، معتزلی اور مقلد کی امامت کو جائز رکھا ہے یا شیخ الاسلام فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمہ اللہ نے مرزائیوں کو کافر سمجھنے کے باوجود ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز فرمایا ہے (بحوالہ فتاویٰ علمائے اہلحدیث ج ۲ ص ۱۸۹) تو یہ ان کا ذاتی فتویٰ ہے۔ بقول حنفیہ جب ہم ٹھہرے غیر مقلد تو ہمیں ان حوالوں سے کیا واسطہ۔ خود مرتب فتاویٰ علمائے اہلحدیث نے کئی صفحات میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ صاحب کے فتویٰ کی تردید کی ہے اور بے شمار حوالے دے کر ثابت کیا ہے کہ عقائد کفریہ رکھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنی صحیح نہیں۔ محترم مصنف کی یہ نہایت قبیح عادت ہے کہ وہ ایک آنکھ بند کر کے حوالے درج فرماتے ہیں۔ ان علماء نے ممکن ہے ان احادیث کے پیش نظر یہ فتویٰ دیا ہو جن کا مفہوم یہ ہے کہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے۔ گو ایسی کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔

صاحب سبل السلام لکھتے ہیں کہ ایسی ہی احادیث کے پیش نظر حنفیہ اور شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ فاسق کی امامت جائز ہے (ج ۲ ص ۲۹)۔

فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے مرزائیوں کو کافر سمجھ کر ان کے پیچھے نماز کے جواز کا فتویٰ دیا اور غلط کیا۔ اکابر دیوبند نے تو سرے سے مرزائیوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کافر ہی نہیں سمجھا۔ جن حضرات نے فتویٰ کفر کی مخالفت کی ان میں جناب رشید احمد گنگوہی صاحب پیش پیش تھے (رئیس قادیاں ج ۲ ص ۳ و مکاتیب رشیدیہ ص ۹۰)۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ توحید میں ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور وہ بھی اس کے ایک باب میں یعنی عقیدہ ختم رسالت میں بات کو بات کی جگہ رکھنا چاہیئے۔ (یہ غالباً ۱۹۳۰ کا واقعہ ہے (سچی باتیں از مولوی عبدالماجد دریا آبادی ص ۲۱۳)۔

حنفیہ کے نزدیک امامت کا اولین حق دار وہ ہے جو نماز کے احکام کو زیادہ سمجھتا ہو اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر جو قرآن کو زیادہ سمجھتا ہو۔ اگر اس میں سب برابر ہوں تو پھر وہ جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ پھر وہ جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو پھر وہ جو زیادہ اخلاق والا ہو پھر وہ جو زیادہ خوبصورت ہو (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۸۳) پھر وہ جو خوش لباس ہو پھر وہ جس کی بیوی زیادہ خوبصورت ہو پھر وہ جس کا سر دوسروں سے بڑا ہو اور عضو تناسل دوسروں سے چھوٹا ہو۔ (در مختار ج ص ۴۲)۔

بھول کر بے وضو نماز پڑھا دینا

نمبر ۴۶ صفحہ ۵۰۱

امام اگر بھول کر بے وضو یا جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دے تو حنفیہ کے نزدیک امام اور مقتدیوں کو نماز لوٹانی چاہیئے۔ اس باب میں مصنف نے اسی بات کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ مگر جو حدیث انہوں نے پیش کی ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ رسول اکرم ﷺ نے زندگی میں کبھی ایسی نماز نہیں پڑھائی۔ صحیحین کی روایات کے مطابق آپ کو قبل از تکبیر تحریمہ ہی یاد آگیا تھا کہ آپ ﷺ جنابت کی حالت میں ہیں۔ اسلئے آپ ﷺ غسل کیلئے تشریف لے گئے۔ (بخاری ص ۸۹ ۔ مسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص ۲۲۰)۔

ان حدیثوں کو مصنف نے چھیڑا ہی نہیں۔ غیر صحیحین کی بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کہہ چکے تھے کہ آپ کو یاد آیا۔ تب آپ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کھڑا رہنے کا اشارہ دے کر غسل کے لئے تشریف لے گئے۔ جن میں کچھ کا ذکر مصنف نے کیا ہے۔ (عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، دار قطنی ج ۱ ص ۳۶۱، ابن ماجہ ص ۸۷ عن علیؓ مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۲) بعض کا خیال ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔ جن روایتوں میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ تکبیر کہہ چکے تھے ان کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ عین تکبیر کہنے والے تھے۔ اس صورت میں تو مصنف کے لئے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگر دو واقعات تسلیم کر لئے جائیں اور مان لیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ بعد از تکبیر تحریمہ غسل کے لئے گئے تھے تو مصنف کے لئے تب بھی استدلال کا کوئی موقع نہیں بلکہ برعکس استدلال ہو جاتا ہے کیونکہ یہ کہیں ذکر نہیں کہ نبی ﷺ نے دوبارہ تکبیر تحریمہ کہی ہو اور آپ ﷺ نے از سر نو نماز کو شروع فرمایا ہو۔ تو جب جنابت کی حالت میں کہی ہوئی تکبیر تحریمہ کا آپ نے اعادہ نہیں فرمایا جو کہ نماز کا رکن ہے تو بنا بریں اگر اسی حالت میں آپ ﷺ پوری نماز پڑھا دیتے تو اعادہ کیسے لازم آسکتا تھا۔ چنانچہ عن ابی بکرہ، ابو داؤد ص ۹۴ اور مصنف کی انہی پیش کردہ احادیث کے مطابق امام مالکؒ اور ان کے اصحاب سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، امام شافعیؒ، امام اسحاقؒ، امام احمدؒ، حسن بصریؒ، ابراہیم نخعیؒ، اور سعید بن جبیرؒ کا یہ مسلک ہے کہ اگر امام بھول کر بحالتِ جنابت نماز پڑھا دے تو مقتدیوں پر اعادہ نہیں ہے (عون المعبود ص ۹۵) حضرت عمرؓ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے بحالتِ احتلام صبح کی جماعت کرا دی اور پھر اپنی نماز خود دہرائی (مؤطا امام مالکؒ ص ۱۷) اس پر حنفی محشی نے بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ اور بیہقی روایت نقل کی ہے کہ حضرت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ نے نماز دہرائی اور مقتدیوں سے کہا کہ تم نہ دہراؤ نیز لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے بیہقی میں حضرت عثمانؓ اور ابن عمرؓ کا بھی یہی مسلک بیان ہوا ہے (عون المعبود ص ۹۵)

مصنف نے نواب وحید الزمانؒ کی نزل الابرار ج ۱ ص ۱۰۱ کا حوالہ دے کر اسے صرف غیر مقلدین کا مسلک بتایا ہے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے کذب بیانی فرمائی ہے کیونکہ ادب مانع ہے نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ لا علم ہوں گے کیونکہ ۹۱۲ صفحات کی کتاب کا مصنف اتنا بے علم نہیں ہو سکتا ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے تجاہل عارفانہ فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ایک مقلد کی مجبوری ہے۔

ایک اور لحاظ سے بھی اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے کہ خود حنفیہ نے قبلہ رخ ہونے کو اور طہارت کو نماز کے شرائط میں شمار کیا ہے تو قبلہ کے متعلق لکھا ہے فان علم انہ اخطأ بعد ما صلی لایعید ھا (ھدایہ ص ۶۶) اگر نماز کے بعد معلوم ہو کہ اس نے غلط سمت نماز پڑھی ہے تو دہرانے کی ضرورت نہیں تو شرط ہونے کی مناسبت سے کیا طہارت کا مسئلہ علی ہذا القیاس نہیں ہے اصل میں حضرت عمرؓ کا عمل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ امام کو دہرا لینی چاہیئے کیونکہ اس کا وضو نہیں ہوتا۔

آخر میں یہ بھی عرض کر دوں اگر حدیث والا واقعہ فقط ایک ہو اور صحیحین والی روایت کو ترجیح ہو تو پھر حنفی اور غیر حنفی سب کے لیے استدلال کے دروازے بند ہو جاتے ہیں یعنی نہ نبی ﷺ نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھائی اور نہ اعادہ یا عدم اعادہ کی نوبت آئی میں نے اس موضوع کو تھوڑا سا طول صرف اس لئے دیا ہے تاکہ اس الزام کا جواب ہو جائے کہ یہ ہر مخالف مسئلہ کو غیر مقلدین کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کندھے ملانا

نمبر ۷ ۴ ص ۵۰۸

اس باب کے تحت مصنف نے لکھا ہے صحیح صورت سنت کے مطابق یہ ہے کہ سب آپس میں مل جل کر اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوں..... قدم سے قدم ملانے کی ضرورت نہیں..... نبی ﷺ صفوں کی درستگی میں کندھے سے کندھا ملانے کا حکم دیتے ہیں..... نہ آپ نے قدم سے قدم ملانے کا حکم دیا اور نہ صف کی درستگی کے وقت آپ نے نمازیوں کے قدم سے قدم ملائے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ مصنف نے سنت کی طرف کچھ پیش رفت فرمائی ہے یعنی حنیفہ نے تسلیم کر لیا ہے کہ نمازیوں کے کندھے ملے ہونے چاہئیں پہلے تو اتنی بات بھی نہیں تھی باقی یہ حضرت صاحب کی غلط فہمی ہے کہ نبی ﷺ نے کندھے ملانے کا حکم دیا ہے قدم ملانے کا حکم نہیں دیا اگر آپ نے کوئی حکم دیا ہے تو دونوں کے بارے میں حکم دیا ہے یعنی اگر کندھے ملانا ثابت ہے تو قدم ملانا بھی ثابت ہے اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں دراصل نبی ﷺ نے کندھے ملانے کا سرے سے کوئی حکم ہی نہیں دیا۔

مصنف کی ایک چالاکی ملاحظہ فرمایئے حدیث نقل کرتے ہیں:۔

عن انس بن مالك قال اقيمت الصلوة فاقبل علينا رسول الله ﷺ بوجهه فقال اقيموا صفوفكم و ترا صوا فاني اراكم من وراء ظهري و في رواية عنه و كان احدنا يلزق منكبه بمنكب صاحبه و قدمه بقدمه (بخاری ص ۱۰۰)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا دیکھو صفوں کو برابر رکھو اور مل کر کھڑے ہو، بلاشبہ میں تمہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی پشت کی طرف سے دیکھتا ہوں حضرت انسؓ ہی سے دوسری روایت میں یہ بھی مروی ہے کہ ہم میں ہر شخص یہ کرتا کہ (صف میں) اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنا قدم اس کے قدم سے ملا دیتا۔

یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے وفی روایۃ عنہ بھی صحیح بخاری کے الفاظ ہوں یعنی نبی ﷺ نے مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا تو ایک دوسری روایت کے مطابق صحابہ کرام کا یہ عمل تھا کہ وہ کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملا کر کھڑے ہوتے تھے اس سے یہ تاثر دینا مقصود ہے گویا اپنے طور پر صحابہ کرام کا یہ عمل تھا ورنہ نبی ﷺ کا یہ منشا نہیں تھا حالانکہ وفی روایۃ عنہ بخاری شریف کے الفاظ ہی نہیں۔ چند سطریں آگے حضرت انسؓ سے یہ حدیث مفصل بیان ہوئی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اپنی صفیں درست کرو میں تمہیں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں چنانچہ ہم اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملا لیتے۔

یہ چالاکی ان "محدث" صاحب نے صرف اسلئے کی ہے تاکہ قارئین کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ صحابہ کرام کندھے سے کندھا اور پاؤں سے نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں فرماتے تھے۔

اس حدیث کو سبو تاژ کرنے کیلئے مصنف نے نعمان بن بشیرؓ کی روایت درج کی ہے جس میں ٹخنے اور گھٹنے ملانے کا ذکر بھی ہے (ابو داؤد ص ۲۵۰) مقصد یہ ہے چونکہ گھٹنے آپس میں نہیں مل سکتے لہذا قدم ملانے سے مراد بھی صف بندی اور جگہ کو پر کرنے میں مبالغہ بتلانا مقصود ہے تائید کے لئے حافظ ابن حجرؒ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ المراد بذلک المبالغہ فی تعدیل الصف الخلل۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۱)

گذارش ہے کہ حضرت نعمان بن بشیرؓ والی سند میں زکریا بن ابی زائدہ مدلس ہے جو عن سے روایت کرتا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی عبارت میں مبالغہ سے گفتگو والا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبالغہ مراد نہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ صفیں مبالغے کی حد تک سیدھی اور مرصوص ہونی چاہیئے۔

مصنف نے نسائی ص۱۰۶ سے یہ روایت نقل کی ہے

اعن عبدالله انه رأى رجلا يصلي قد صف بين قدميه فقال اخطاء السنة ولو رادح بينهما كان اعجب الي.

حضرت ابن مسعودؓ نے ایک نمازی کو دیکھا جس نے دونوں پاؤں ملا رکھے تھے تو فرمایا اس نے سنت کے خلاف کیا مجھے تو یہ پسند ہے کہ یہ مرادحہ کر لیتا یعنی دونوں پاؤں کے درمیان تھوڑی سے کشادگی رکھے تاکہ طول قیام کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور کبھی دوسرے پاؤں پر۔

پاؤں ملانے کے خلاف مصنف اس سے یہ استدلال فرماتے ہیں کہ نمازی نہ تو اپنے پاؤں بالکل ملا کر رکھے اور نہ ہی بہت کھلے رکھے بلکہ دونوں قدموں میں درمیانہ درجہ کی کشادگی رکھے۔

گزارش ہے کہ عنوان صف بندی کے بارے میں ہے مگر اس روایت کا باجماعت نماز سے کوئی تعلق نہیں لہذا یہ موضوع سے خارج ہے نیز مرادحہ بھی تبھی ہو سکتا ہے جب پاؤں اپنے وجود کے مطابق رکھے ہوئے ہوں حنفیہ کا تو یہ مسلک ہے کہ دونوں پاؤں کے درمیان صرف چار انگلی کا فاصلہ ہونا چاہیئے جیسا کہ علامہ عبدالحئی لکھنویؒ حنفی نے بزازیہ کے حوالہ سے لکھا ہے (السعایہ ج ۲ ص ۱۱۱) اگر اپنے وجود کے مطابق پاؤں کھولے جائیں تو ایک دوسرے کے ساتھ پاؤں بھی مل جاتے ہیں کندھے بھی مل جاتے ہیں ٹانگیں بھی چوڑی نہیں کرنا پڑتیں اور مرادحہ بھی صحیح ہو جاتا ہے۔

مصنف نے المغنی ج ۲ ص ۱۱ کے حوالے سے حضرت ابن عمرؓ کا بھی حوالہ دیا ہے کہ ان کے دونوں پاؤں کے درمیان بھی میانہ درجہ کی کشادگی ہوتی تھی اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کا بھی صف بندی سے کوئی واسطہ نہیں۔

دیوبندی بھائی یوں تو اپنے آپ کو اصلی اہلسنت کہتے ہیں ذرا اتباع سنت کی ایک جھلک ملاحظہ ہو لکھتے ہیں حضرت انسؓ اور حضرت نعمان بن بشیرؓ کے اس انداز بیان سے کہ ہم میں سے ہر شخص ایسا کرتا تھا (یعنی کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملاتا تھا) معلوم ہوتا ہے کہ صف بندی کا یہ انداز دورِ رسالت میں تھا بعد میں نہیں رہا اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محدث اسماعیلی نے اپنی مستخرج میں حضرت معمر کے طریق سے یہی روایت ذکر کی ہے اس روایت میں حضرت معمر نے حضرت انسؓ کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

ولو فعلت ذلك باحدهم اليوم لنفر كانه بغل شموس (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۱)

یعنی اگر میں آج کسی کے ساتھ اس طرح کروں تو وہ بد کے ہوئے خچر کی طرح بھاگے۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صف بندی کا یہ انداز دورِ صحابہ ہی میں ختم ہو گیا تھا وہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ صف بندی میں حقیقی معنی میں قدم سے قدم ملانا سنت نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سنت ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام اسے ہرگز نہ چھوڑتے اور نہ اس عمل سے اس قدر متنفر ہوتے۔

میں نہیں سمجھ سکا یہ کیسے اہل سنت ہیں جو اتباع سنت کی بجائے اتباع ترک سنت کرتے ہیں کیا سنت بھی کوئی لغت ہے جو قدیم ہونے کی وجہ سے متروک ہو جائے کیا کسی کو حق حاصل ہے کہ نبی ﷺ کی سنت کو منسوخ کر دے میرے بھائی یہ تو ہماری دلیل ہے مصنف نے غلطی سے تسلیم کر لیا ہے کہ پاؤں سے پاؤں ملا کر صف بندی کا انداز دورِ رسالت میں تھا اور یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ پاؤں سے پاؤں نہ ملانے والے بقول حضرت انسؓ ایسے ہیں جیسے بد کے ہوئے خچر ..... حنفیہ رفع یدین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کو بدکے ہوئے گھوڑوں سے تشبیہ دیتے ہیں میرا خیال ہے بدکے ہوئے گھوڑے بدکے ہوئے خچروں سے تو بہر حال بہتر ہی ہوتے ہیں۔

اسی طرح کی بات صوفی عبدالحمید صاحب نے وتر سمیت گیارہ تراویح کے متعلق لکھی ہے کہ یہ حالت ابتدا میں تھی جب کہ رکعات کم ہوتی تھیں اور قرأت زیادہ۔ (نماز مسنون ص ۶۰۲) اس ذہنیت کے بارے میں مزید تبصرہ قد قامت الصلوۃ ص ۲۹۸ میں ملاحظہ فرمائیے۔

لطیفہ

ایک پڑھے لکھے بزرگ جن پر دیوبندیت کا بہت زیادہ رنگ چڑھا ہوا ہے ان سے میں نے ذکر کیا دیکھئے بخاری شریف میں حدیث ہے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کے پیچھے قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوتے تھے تو فرمانے لگے قدم سے قدم ملانا لکھا ہے پاؤں سے پاؤں ملانا تو نہیں لکھا"۔ یہ لطیفہ بالکل سچا ہے۔

محلے کی مسجد میں دوبارہ جماعت

نمبر ۴۸ ص ۵۲۰

مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو حنفیہ کے نزدیک دوبارہ وہاں جماعت جائز نہیں مصنف نے بہت سے دلائل دیے ہیں مگر کسی میں منع کا ثبوت نہیں جسے صحیح معنوں میں دلیل کہنا چاہیئے اسے ان حضرت صاحب نے بیان ہی نہیں فرمایا یہ کیسے اہل سنت ہیں کہ سنت کے نام سے انہیں کرنٹ لگتا ہے کم از کم اس کا ذکر تو فرما دیتے بعد میں خواہ اس کی تردید ہی فرما دیتے حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی ﷺ کے فرمانے سے مسجد نبوی میں دوبارہ جماعت ہوئی۔ (عن ابی سعیدؓ ترمذی ص ۱۸۹ عن انسؓ دار قطنی وغیرہ) یہ صرف "غیر مقلدین" کا مسلک نہیں ہے امام ترمذیؒ نے اسے بہت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل علم صحابہؓ تابعینؒ اور امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا مسلک بتلایا ہے حضرت انسؓ کے متعلق آتا ہے کہ وہ ایک مسجد میں تشریف لائے جہاں جماعت ہو چکی تھی آپ نے وہاں دوبارہ اذان اور اقامت کہہ کر جماعت کرائی (بخاری ص ۸۹) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے علقمہؒ مسروقؒ اور اسودؒ کے ساتھ مسجد میں دوبارہ جماعت کرائی (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۳)

حنفیہ کی دلیل حضرت ابو بکرہؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ باہر سے تشریف لائے جماعت ہو چکی تھی۔

فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵) تو آپ گھر چلے گئے اور گھر والوں کو اکٹھا کر کے انہیں نماز پڑھائی۔

گزارش ہے کہ اوّل تو صاحب عرف الشذی حنفی لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں معاویہ بن یحییٰ متکلم فیہ ہے نیز اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے گھر میں جماعت کرائی تھی ہو سکتا ہے آپ نے گھر والوں کو لے کر مسجد ہی میں جماعت کرائی ہو اگر گھر میں جماعت کرائی ہو تو پھر اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ جماعت ہو چکی ہو تو پھر مسجد میں اکیلے بھی نماز جائز نہیں اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں دوبارہ جماعت کے منع ہونے کی کوئی دلیل نہیں اگر سلف میں سے کسی سے تنہا نماز پڑھنا ثابت ہے تو ہمیں اس کے جواز پر کب اعتراض ہے ہم دوسری جماعت کو بھی جائز ہی سمجھتے ہیں یعنی انسان کو اختیار ہے خواہ اکیلا پڑھ لے یا زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لئے جماعت کرالے اس موقع پر میں اہل حدیث بھائیوں سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ دوسری جماعت کو عام معمول نہیں بنالینا چاہیئے اس سے اصل جماعت کی بے قدری ہوتی ہے یعنی جان بوجھ کر مسجد میں لیٹ پہنچنا کہ کوئی بات نہیں اپنی جماعت کرالیں گے۔ یہ غلط ذہن ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بات میں نہیں سمجھ سکا کہ مصنف نے محلے کی مسجد کی قید کیوں لگائی ہے انکے اکابر میں تو شاید یہ قید نہیں پائی جاتی تھی اسکی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو میری خوش فہمی کہ احناف مرحلہ وار سنت کے قریب آنا چاہتے ہیں یا یہ کہ اس سے رائے ونڈیوں کیلئے راستہ ہموار کرنا مقصود ہے جو جی ٹی روڈ سے گزرتے ہوئے جگہ جگہ مسجدوں میں دوبارہ جماعتیں کراتے ہیں اپنے بھائیوں کا خیال تو بہر حال رکھنا ہی پڑتا ہے۔

ابو بکرہ والی روایت جس سے حنفیہ استدلال کرتے ہیں مسجد نبوی سے متعلق ہے سوال یہ ہے کیا یہ محلے کی مسجد تھی یا مرکزی مسجد تھی۔

نیز مصنف نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اس دلیل کا ذکر کیا ہے کہ باوجود ضرورت کے نماز خوف کی ایک ہی بار جماعت کرائی گئی جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی۔ سوال یہ ہے کیا میدان جنگ محلہ کی مسجد ہوتی ہے کچھ سوچ کر بات کیا کریں خواہ مخواہ اپنے ساتھ نانوتوی صاحبؒ کو بھی ملوث کر لیا نیز یہ کہنا کہ اجازت نہ ہوئی اس کی کیا دلیل ہے۔

نماز میں مصحف سے قرأت کرنا

نمبر ۴۹ ص ۵۳۱

حنفیہ کے نزدیک دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مصنف نے دلیل یہ دی ہے کہ جن لوگوں کو قرآن مجید نہیں آتا تھا نبی ﷺ انہیں تسبیح تحمید اور تہلیل وغیرہ کا مشورہ دیتے تھے (عن رفاعہ بن رافعؓ، ابو داؤد ص ۱۲۲ عن عبداللہؓ بن ابی اوفی ابو داؤد ص ۱۰۸ نسائی ص ۱۱۳ وغیرہ) اوّل تو ہو سکتا ہے جنہیں نبی ﷺ نے یہ مشورہ دیا تھا وہ ناظرہ پڑھنا بھی نہ جانتے ہوں بلکہ ممکن ہے کہ ان کے پاس اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت مصحف کا بندوبست ہی نہ بے شک یہ بھی ایک جائز صورت ہے لیکن اس میں ناظرہ پڑھنے سے منع کی کوئی دلیل نہیں بالخصوص جب کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے کہ ان کا غلام ذکوان انہیں مصحف سے دیکھ کر امامت کراتا تھا (بخاری ص۹۶) حنفیہ کے نزدیک منع کی اصل وجہ عمل کثیر ہے حالانکہ معلوم ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے کندھے پر بٹھا کر امامت کرائی۔ آپ انہیں رکوع و سجود کے وقت زمین پر بٹھا دیتے اور کھڑے ہوتے وقت پھر اٹھا لیتے۔ (بخاری ص ۸۸۷) قرآن مجید اٹھانے یا ورق الٹنے کا عمل اس سے زیادہ تو نہیں۔

حالت سہو میں گفتگو

نمبر ۵۰ ص ۵۵۳

نماز کے بیچ میں گفتگو بالاتفاق مفسد نماز ہے سہواً کوئی رکعت رہ جائے اور سلام پھیر دیا جائے اس دوران میں کوئی گفتگو ہو جائے تو یہ گفتگو مفسد نماز ہے یا نہیں۔ بقول مصنف صرف غیر مقلدین کا نہیں بلکہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور محدثین کا مذہب ہے کہ یہ مفسد نماز نہیں صرف ایک غیر مقلد امام ابو حنیفہؒ کا یہ مذہب ہے کہ یہ مفسد نماز ہے مصنف نے جتنی بھی روایات پیش کی ہیں ان میں کوئی بھی ان کی تائید نہیں کرتی بلکہ وہ غیر متعلق ہیں اس کے برعکس حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز دو رکعت پڑھا دی پھر گفتگو اور سوال و جواب سے معلوم ہوا تو باقی دو رکعت پڑھائی اور سجدہ سہو کیا (بخاری ص ۱۶۴) اسی طرح حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھا دی پھر یاد دلانے پر آپ نے سجدہ سہو کیا (بخاری ص ۱۶۳) مصنف نے بخاری شریف کی ان فیصلہ کن احادیث کا تذکرہ تک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں فرمایا جیسے دنیا میں بخاری شریف کا وجود ہی نہ ہو یا جیسے انہیں یہ پڑھائی نہ جاتی ہو پتہ نہیں پھر ان کے مدرس اپنے آپ کو شیخ الحدیث کیونکر کہلانے لگتے ہیں اور پھر سال کے آخر میں بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس کا ڈرامہ بھی رچا دیتے ہیں مصنف نے حضرت عمرؓ کا ایک اثر پیش کیا ہے کہ آپ نے بھول کر ظہر یا عصر کی نماز پڑھا دی تو یاد دلانے پر اعادہ فرمایا (بحوالہ کتاب الحجۃ للامام محمد ج ا ص ۲۵۷) یہ اثر اضعف المراسیل ہے اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو یہ فقط جواز کی ایک صورت ہے ذرا پھر توجہ فرمایئے صحیح بخاری شریف کی ان چمکتی ہوئی احادیث نبوی پر ان کی نظر نہیں پڑی ایک گمنام سی کتاب کے ایک ضعیف اثر پر ان کی نظر پڑ گئی ہے اصلی اہل سنت ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے واقعی یہی لوگ اس قابل ہیں کہ انہیں ''اہل حدیث'' کہا جائے۔

کیا وتر واجب ہیں؟

نمبر ۵۱ ص ۵۴۴

مصنف نے وتر کو واجب ثابت کرنے کیلئے بڑا زور مارا ہے۔ اور لکھا ہے کہ غیر مقلدین کا کہنا ہے۔ کہ وتر واجب نہیں۔ حالانکہ یہ امام ابو حنیفہؒ غیر مقلد کے سوا کسی کا مسلک نہیں۔ امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور جمہور محدثین رحمہ اللہ سب کے نزدیک وتر نفلی عبادت ہے۔ اور تو اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی وتر کو سنت فرمایا ہے (ہدایہ ص ۱۰۴)۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں حنفیوں کے سوا کوئی بھی مقلد نہیں۔ انکے دلائل کا تفصیلی جواب میری کتاب ''حی علی الصلوۃ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔ ایک دو باتوں کیطرف توجہ دلانا مناسب سمجھتا ہوں۔ مصنف نے مسند احمد کے حوالے سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الوتر حق واجب علی کل مسلم .

وتر ہر مسلمان پر حق اور واجب ہے۔

مسند احمد میں یہ روایت نہیں ہے ابو داؤد ص ۵۳۵ نسائی ص ۲۰۲ اور ابن ماجہ ص ۸۳ میں موجود ہے مگر کہیں بھی واجب کا لفظ نہیں ہے صرف حق کا لفظ ہے نیز ہر جگہ آگے یہ الفاظ ہیں جس کا جی چاہے پانچ وتر پڑھے جس کا جی چاہے تین وتر پڑھے اور جس کا جی چاہے ایک وتر پڑھے"۔ حنفیہ کو پوری حدیث پر ایمان لانا چاہیئے۔

بقول مصنف واجب کا لفظ اگر کہیں ہو تو یہ ایسے ہی ہے جیسے نبی ﷺ نے جمعہ کے دن غسل کو ہر بالغ پر واجب فرمایا ہے (عن ابی سعید خدریؓ بخاری ص ۱۲۱ مسلم ص ۲۸۰)

مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۰۰ کے حوالے سے بروایت عاصم بن ضمرہ حضرت علیؓ کا ایک اثر نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:۔

ان الوتر لیس بحتم کصلوتکم المکتوبة ولکن رسول الله ﷺ اوتر ثم قال یا اهل القرآن اوتروا فان الله وتر یحب الوتر (۸۲)

وتر تمہاری فرض نماز کی طرح ضروری نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے پھر فرمایا اے قرآن والو وتر پڑھا کرو بیشک اللہ تعالیٰ وتر (طاق) ہے اور وتر پسند فرماتا ہے۔

یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے جس میں صاف یہ الفاظ ہیں

ولکن سن رسول الله ﷺ .

لیکن نبی ﷺ نے انھیں سنت فرمایا ہے۔

مصنف نے جان بوجھ کر ان واضح الفاظ والی روایت سے صرف نظر فرمایا ہے یعنی حقیقت میں ایک حدیث جو انکے خلاف تھی اسے اپنی نظر انتخاب کے ذریعہ اپنے حق میں استعمال فرما گئے کیا کہنے اس فقہ کا واقعی کوئی جوڑ نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتر کی تعداد اور پڑھنے کا طریقہ

نمبر ۵۲ ص ۵۵۳

اس باب میں مصنف نے دلائل کا انبار لگا دیا ہے لیکن وہ ایک بھی ایسی حدیث پیش نہیں کر سکے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ وتر تین سے کم و بیش جائز نہیں اور یہ کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ واجب ہے مصنف نے ان احادیث کو ہاتھ ہی نہیں لگایا جن میں ایک وتر کا ثبوت ہے مثلاً نبی ﷺ نے فرمایا وتر ایک رکعت ہے آخر رات میں (عن ابن عمرؓ و ابن عباسؓ مسلم ص ۲۵۷) فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے جب فارغ ہونا چاہو تو ایک رکعت پڑھ لو یہ ایک رکعت تمہاری ساری نماز کو وتر بنا دے گی (عن ابن عمر بخاری ص ۱۳۵) نبی ﷺ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے تھے ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک وتر پڑھتے (عن عائشہ مسلم ص ۲۵۴) آپ ﷺ رات کو دو دو کر کے نفل پڑھتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے (عن ابن عمرؓ بخاری ص ۱۳۶) قاسمؒ بن محمد نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے ایک وتر پڑھا (دار قطنی بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۳۴۰) نبی ﷺ نے فرمایا وتر پانچ تین ایک سب جائز ہیں (عن ابی ایوب انصاریؓ ابو داؤد ص ۵۳۵ وغیرہ)

نبی ﷺ تیرہ رکعت پڑھتے جن میں پانچ وتر ہوتے اور وتروں کے صرف آخر میں بیٹھتے (عن عائشہ مسلم ص ۲۵۴) صرف ایک وتر یا دو رکعت پڑھ کر ایک الگ وتر پڑھنے کو مصنف نے غیر مقلدین کا مسلک بتایا ہے حالانکہ یہی مسلک امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی ہے حنفی مسلک کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں نہ یہ ان کے علاوہ کسی اور کا مسلک ہے مصنف نے جو دلائل دیے ہیں اور جو چالاکیاں اور پھرتیاں نقل کی ہیں ان کا تفصیلی جواب میری کتاب حی علی الصلوۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام محمد بن نصر مروزیؒ فرماتے ہیں حنفیہ کا تین سے کم و بیش وتر کو جائز نہ سمجھنا احادیث صحیحہ آثار صحابہ اور اجماع اہل علم کے خلاف ہے (قیام اللیل ص ۲۱۲) امام شوکانی نے خلفائے راشدین بے شمار صحابہ و تابعین اور ائمہ کرام سے ایک وتر کا مذہب نقل کیا ہے (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۵)

دعائے قنوت

نمبر ۵۳ ص ۵۷۹

اس بات میں مصنف نے چار مسائل بیان فرمائے ہیں (۱) وتر میں دعائے قنوت سارا سال واجب ہے مصنف صحیح ضعیف اور موضوع کا امتیاز کیے بغیر اور نہ جانے کہاں کہاں سے اور پھر اندھا دھند روایات و آثار نقل کر کے کتاب کا پیٹ بھرتے چلے گئے ہیں اس طرح کی بلا تحقیق کتاب تو ہفتہ بھر میں لکھی جا سکتی ہے ایسی کتابیں لکھنا کوئی کارنامہ نہیں نہ یہ علم کی کوئی خدمت ہے حسب عادت مصنف نے ایک بھی ایسی دلیل نہیں دی جس سے دعائے قنوت کا وجوب ثابت ہوتا ہو اور جس کے رہ جانے سے سجدہ سہو لازم آتا ہو مصنف لکھتے ہیں غیر مقلدین دعائے قنوت کے وجوب کے قائل نہیں"۔ گزارش ہے کہ ہم تو پھر اسے سارا سال جائز سمجھتے ہیں ترمذی شریف میں ہے حضرت علیؓ صرف رمضان کے نصف آخر میں بعد از رکوع قنوت پڑھتے تھے بعض اہل علم کا یہی مسلک ہے امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں (ص ۳۴۲) امام محمد بن نصر مروزیؒ نے حضرت معاذ ابن عمر حسن بصری محمد قتادہ ابو مجلز اور ابی بن کعب رحمہم اللہ وغیرہ سے یہی مذہب نقل کیا ہے (قیام اللیل ص ۲۲۶)

حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عروہؒ، اور امام مالکؒ تو وتر میں سرے سے دعائے قنوت کے قائل ہی نہیں تھے۔ (قیام اللیل مروزی ص ۲۲۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہنا۔

اس بارے میں نبی ﷺ سے کچھ ثابت نہیں مصنف نے حضرت عمرؓ سے بحوالہ طحاوی ج۱ ص۱۷۱ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بحوالہ معجم طبرانی کبیر ج۹ ص ۲۴۳ نقل کیا ہے کہ وہ قنوت کے وقت تکبیر کہتے تھے لیکن سند کے لحاظ سے ان آثار کی کوئی حیثیت نہیں نماز عید اور نماز جنازہ کے علاوہ ثابت نہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی کھڑے کھڑے دوبارہ تکبیر کہی ہو تکبیر کا اصل مسنون موقع خفض و رفع یعنی اونچا یا نیچا ہوتے وقت ہے (عن علی بن حسینؒ موطا امام مالکؒ ص ۲۵) یہ کھڑے کھڑے قنوت کے لئے تکبیر کہنا حنیفہ کا ایک انوکھا مسئلہ ہے۔

(۳) دعائے قنوت کے وقت رفع یدین کرنا۔

وتروں کی دعائے قنوت میں تو نہیں البتہ قنوت نازلہ میں نبی ﷺ سے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے (عن انسؓ مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۷) نیز جزء رفع یدین بخاری ص ۳۱ میں حضرت ابن مسعودؓ سے قنوت وتر میں اور قیام اللیل مروزی ص ۲۳۰ میں ابن مسعودؓ کے علاوہ حضرت ابو ہریرہؓ اور کچھ تابعین سے باقاعدہ قنوت رمضان میں ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ملتا ہے۔

یاد رہے دعائے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانے سے مراد دعا کی طرح ہاتھ اٹھانا ہے حنفی مقلدین کو یہاں زبردست مغالطہ لگا ہوا ہے یہ ہاتھ اٹھانے سے تکبیر تحریمہ کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد لے لیتے ہیں۔ حالانکہ جن موقعوں پر اس قسم کی رفع یدین ثابت ہے یہ اسے سرکش گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس موقع پر یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں تو بڑے اصرار کے ساتھ رفع یدین فرماتے ہیں حنفیہ اہل حدیثوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ تمہارے پاس دعائے قنوت میں ہاتھ اٹھانے کی کیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے اس سلسلہ میں جناب صوفی عبدالحمید صاحبؒ حنفی بحوالہ نصب الرایہ فرماتے ہیں قنوت وتر کے وقت رفع یدین کے سلسلہ میں احادیث تواتر کے ساتھ ثابت ہیں (نماز مسنون ص ۶۴۶) حالانکہ ایک بھی حدیث نہیں صرف آثار ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس رفع یدین سے مراد دعا کی طرح ہاتھ اٹھانا ہے اب اگر احناف مطلب ہی غلط لے لیں تو ہمارا کیا قصور، تو عرض ہے کہ جو دلائل حنفیوں کے پاس قنوت کی رفع یدین کے ہیں وہی دراصل ہمارے دلائل ہیں۔

مصنف کی ایک دلچسپ چالاکی ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷ کے حوالہ سے حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔

ارائیتم رفعکم ایدیکم فی الصلوۃ انہ بدعۃ ما زاد رسول اللہ ﷺ علی ھذا قط فرفع یدیہ حیال منکبیہ۔

(ترجمہ کرتے ہیں) دیکھو یہ جو تم نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھتے ہو واللہ یہ بدعت ہے رسول اللہ ﷺ نے اس سے زیادہ کبھی نہیں کیا پھر آپ نے مونڈھوں تک رفع یدین کر کے دکھایا۔

تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں "عام دعاؤں کی طرح دعائے قنوت بھی وتر میں ہاتھ اٹھا کر پڑھنا جسے حضرت ابن عمرؓ بدعت فرمارہے ہیں وہ ان (اہل حدیث) کے نزدیک حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرتے ہوئے اولیٰ اور بہتر ہے "**لا حول ولا قوۃ الا باللہ**"۔

مصنف کی چالاکی کی داد دیجئے کہ دونوں جگہ رفع الیدین کا ذکر ہے۔ ایک ہی روایت میں پہلی جگہ مذکور رفع الیدین کا ترجمہ ہاتھ اٹھانا کر لیا اور دوسری جگہ رفع یدین کا ترجمہ کرنے کی بجائے رفع یدین ہی لکھ دیا۔ حالانکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دعا کے لئے زیادہ اونچے ہاتھ نہ اٹھائے جائیں صرف کندھوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے برابر اٹھائے جائیں۔ مازاد (یعنی اس سے زیادہ نہیں) کے الفاظ اس مفہوم پر نص ہیں۔ نیز یاد رہے کہ مصنف کے نزدیک تحریمہ کی قسم کا رفع یدین تو کندھوں تک ثابت ہی نہیں۔

مسند احمد ج ۲ ص ۶۲ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان رفعکم ایدیکم بدعة ما ذاد رسول اللہ ﷺ علی ھذا یعنی الی الصدر

تمہارا زیادہ بلند ہاتھ اٹھانا بدعت ہے رسول اللہ ﷺ سینے سے اوپر نہیں اٹھاتے تھے۔

سینہ آگے کی طرف ہوتا ہے اس سے بھی بالصراحت معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں ہاتھ اٹھانے سے دعا کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ حنفیہ کی یہی چالاکیاں ہیں جنہیں پڑھ پڑھ کر مجھے ان سے محبت ہو گئی ہے!

(۴) دعائے قنوت قبل از رکوع

قنوت نازلہ کے بارے میں تو صراحت ہے کہ نبی ﷺ بعد از رکوع پڑھتے تھے۔ (عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ ابو داؤد ص ۵۴۱۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بخاری ص ۱۳۶۔ عن انس بن مالکؓ مسلم ص ۲۳۷۔) نیز قیام اللیل مروزی میں ہے کہ نبی ﷺ، سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما سب رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو رکعت مل جائے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قبل از رکوع دعائے قنوت پڑھنا شروع کر دیا (ص ۲۲۸)۔

وتروں میں قبل از رکوع قنوت پڑھنے کا انحصار زیادہ تر سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے جسے مصنف نے بھی پیش کیا ہے جو نسائی ص ۲۰۱۔ اور ابن ماجہ ص ۸۳ میں ہے مگر امام ابو داؤدؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ص ۵۳۸) نیز سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وتروں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بعد از رکوع قنوت پڑھتے تھے۔ قیام اللیل ص ۲۴۸۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں دعائے قنوت بعد از رکوع پڑھنے کی تعلیم دی (بیہقی ج ۳ ص ۳۹) الحدیث دونوں طرح جائز سمجھتے ہیں۔ احناف سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی حدیث سے وتروں میں دعائے قنوت قبل از رکوع پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس میں وتروں کا ذکر ہی نہیں۔ کچھ تفصیل حی علی الصلوٰۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جماعت ہوتے فجر کی سنتیں پڑھنے کا جواز

نمبر ۵۴ صفحہ ۵۹۶

یہ عنوان پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ صریحاً غداری کے زمرہ میں آتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جماعت کھڑی ہو جائے تو اس فرض نماز کے سوا کوئی نماز جائز نہیں (عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ مسلم ص ۲۴۷) بلکہ آپؐ نے متعدد بار لوگوں کو اس سے روکا بھی (عن ابی بحسینہ، مسلم ص ۲۴۷ عن عبداللہ بن سرجس (مسلم ص ۲۴۷) عن ابو سلمہ بن عبدالرحمن۔ (موطا امام مالک ص ۴۵) اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا قیسؓ بن فہد کو نماز فجر کے بعد سنتیں پڑھنے کی اجازت دی (ترمذی ص ۳۲۵۔ ابوداؤد ص ۴۸۹)۔

ان سب دلائل کو نظر انداز کر کے مصنف کا طحاوی کے حوالے دے کر یہ ثابت کرنا کہ فلاں فلاں صحابہ و تابعین جماعت ہوتے صبح کی سنتیں پڑھ لیتے تھے خواہ ایک رکعت نکل بھی جائے۔ اندھیر نگری کی انتہا ہے۔ اور یہ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ ان کتابوں میں سے ہیں جن کے متعلق شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں صحیح حسن ضعیف۔ معروف، غریب، شاذ، منکر، خطا، صواب، ثابت اور مقلوب سب کچھ شامل ہے (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۳۴۔۱۳۵)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی کتاب کی تقدیم میں مصنف نے خود تسلیم کیا ہے کہ احناف کے نزدیک مرفوع، موقوف، مرسل بلکہ ضعیف حدیث بھی حجت ہے۔ اور یقین جانیے یہ صرف اس لئے ہے تاکہ ان کے ذریعے احادیث صحیحہ کو رد کیا جا سکے۔

یاد رہے جیسا کہ مصنف کا خیال ہے، جماعت ہوتے ہوئے فجر کی سنتوں کا عدم جواز صرف غیر مقلدین کا مسلک نہیں بلکہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحٰق رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے (ترمذی ص ۳۲۴) مزید تفصیل حی علی الصلوٰۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا

نمبر ۵۵ صفحہ ۶۰۹

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صبح کی سنتیں پڑھ کر دائیں کروٹ لیٹ جاتے (بخاری ص ۱۵۵)۔

مصنف کا خیال ہے کہ آپ ﷺ کا یہ لیٹنا بطور عادت کے تھا بطور عبادت کے نہیں تھا کیونکہ ایک دوسری روایت کے مطابق ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر میں جاگ رہی ہوتی تو آپ ﷺ مجھ سے باتیں کرتے ورنہ نماز کی اطلاع تک لیٹ جاتے (بخاری صفحہ ۱۵۵) نیز سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیٹنے کو بدعت کہا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۹)۔

مزہ تو جب تھا اگر مصنف اہلحدیث کے اس استدلال کا ذکر بھی فرما دیتے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی سنتیں پڑھ کر لیٹ جایا کرو (عن ابی ہریرہؓ۔ ترمذی ص ۳۲۲)۔ خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا ثابت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۷) اسی صفحہ پر امام ابن سیرین رحمہ اللہ، ابو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت ہے بلکہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی (ص ۳۴۸)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کا یہی مسلک ہے۔ سعید بن مسیبؒ اور قاسم بن محمدؒ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے (بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۲) علامہ عینی نے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب قرار دیا ہے۔ (عمدۃ القاری بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۲)۔

باقی نبی ﷺ اگر کسی مشغولیت کی وجہ سے نہیں لیٹتے تھے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے صرف مستحب ہے۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کا اسے ضروری سمجھنا اسی طرح نادرست ہے جیسے حنفیہ کا اسے بدعت کہنا۔ مصنف نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس لیٹنے کو گھوڑے اور گدھے کے لوٹنے سے تشبیہ دی ہے (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۴۸)۔ سوال یہ ہے کہ اگر نبی ﷺ بطور عادت کے بھی لیٹتے تھے تو پھر یہ لیٹنا کیسا تھا؟ بات نقل کرتے ہوئے کچھ تو خیال کر لینا چاہیئے۔

سورج نکلنے سے پہلے صبح کی سنتوں کی قضا کا مکروہ ہونا

نمبر ۵۶ صفحہ ۶۱۶

اپنے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے مصنف نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے عصر کے بعد قبل از غروب آفتاب اور فجر کے بعد قبل از طلوع آفتاب نماز پڑھنے سے منع فرمایا (عن ابی ہریرہؓ۔ بخاری ص ۸۲۔ مسلم ۲۷۵) مگر مصنف یہ بات بھول گئے کہ خود نبی ﷺ سے عصر کے بعد ظہر کی سنتوں کی قضا دینا ثابت ہے (عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا، مسلم ص ۲۷۷) اس سے ثابت ہوا کہ ان اوقات میں نوافل کی قضا دی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے بھی یہ بیان ہو چکا ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا قیس بن فہد رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے بعد سنتیں پڑھنے کی اجازت دی تھی (ترمذی ص ۳۲۵)۔

مصنف نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے (عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ ترمذی صفحہ ۳۲۶) یہ حدیث بیان کرنے سے پہلے مصنف کو ہدایہ شریف کا مطالعہ فرمالینا چاہیئے تھا جس میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا یہ مسلک تھا کہ فجر کی سنتوں کی قضاء جائز نہیں نہ قبل از طلوع آفتاب نہ بعد از طلوع آفتاب (ص ۱۱۲) البتہ فتاویٰ عالمگیری میں ایک حیلہ لکھا ہے کہ فجر کی سنتیں شروع کر کے توڑ ڈالے تو بے شک قبل از طلوع آفتاب پڑھ لے (کتاب الحیل ج ۶ ص ۳۹۰) جو حدیث مصنف نے بیان فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص نماز کے بعد بھی سنتیں نہ پڑھ سکے وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے جسے فجر کی سنتیں بھول جائیں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھ لے (ج ۱ ص ۳۰۷) ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں

نمبر ۵۷ ص ۶۲۳

مصنف نے اس سنت کے خلاف پہلی کوشش کے طور پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کو استعمال فرمایا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عہد نبوی ﷺ میں کسی کو مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے نہیں دیکھا۔ آخری الفاظ یہ ہیں ورخص فی الرکعتین بعد العصر (ابوداؤد ص ۴۹۵) جس کا صاف ترجمہ یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی مگر ان حضرت صاحب نے اس کا ترجمہ بالکل الٹ فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں "اور یہ نہ دیکھا کہ کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بھی عصر کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی اجازت دی ہو"۔

محترم ذرا اپنے جامعہ مدینہ کے اساتذہ کرام سے ہی دریافت فرمالیں کیا ان کا یہ ترجمہ صحیح ہے؟ حد ہو گئی ہے۔ نیز گزارش ہے کہ اس روایت کی صحت مختلف فیہ ہے۔ اور بالفرض اگر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں تھا تو ایک روایت کے مطابق انہیں صلوٰۃ الضحیٰ بھی معلوم نہ تھی (بخاری ص ۱۵۷) جس کے بارے میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع صلوٰۃ الضحیٰ نہ پڑھی گئی ہو۔ (حاشیہ بخاری ص ۱۵۷) اور یہ خود حنفیہ کے نزدیک سنت ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو باوجود ملازم صحبت اور فقیر صحابی ہونے کے کئی روز مرہ کے مسائل معلوم نہیں تھے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۷)۔

نبی ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا: صلوا قبل صلوٰۃ المغرب (مغرب کی نماز سے پہلے نماز پڑھو) آخر میں ارشاد فرمایا: لمن شاء (جس کا جی چاہے)۔ آگے راوی کے یہ الفاظ ہیں کراھة ان یتخذھا الناس سنة یعنی نبی ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا تھا تاکہ لوگ اسے سنت نہ بنالیں (بخاری ص ۱۵۷)۔

مصنف نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود انہیں سنت سمجھ کر پڑھنے کو مکروہ جانا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کا تین بار مکرر ارشاد فرمانا کہ نماز مغرب سے پہلے نماز پڑھو کیا اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے؟ کیا یہ چیز اسے سنت بنانے کے لئے کافی نہیں ہے؟ آخر میں لمن شاء (جس کا جی چاہے)۔ جو آپ ﷺ نے فرمایا ہے اس کا مقصد فقط یہ ہے جیسا کہ راوی نے بھی بیان کیا کوئی اسے سنت یعنی ضروری نہ سمجھ لے۔ اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے تین رات باجماعت تراویح پڑھیں اور پھر باہر تشریف نہ لائے اور فرمایا خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنھا (عن عائشہؓ۔ بخاری ص ۲۶۹۔ مسلم ص ۲۵۹) میں ڈرا کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہیں تم پر فرض نہ ہو جائیں اور تم انہیں ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ۔

یاد رہے کہ کراھة ان یتخذھا الناس سنة (اس ڈر سے کہ لوگ انہیں سنت نہ بنالیں) کے الفاظ نبی علیہ السلام کے نہیں ہیں۔ آپ علیہ السلام کے الفاظ صرف لمن شاء (جس کا جی چاہے) ہیں۔ اگر لمن شاء کہنے سے یہ رکعتیں سنت نہیں رہتیں تو پھر اس حدیث کا کیا جواب ہوگا بین کل اذانین صلوٰة قالھا ثلاثا قال فی الثالثة لمن شاء (عن عبداللہ بن مغفلؓ بخاری ص ۸۷۔ مسلم ۲۷۸) نبی علیہ السلام نے تین بار ارشاد فرمایا کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔ آخر میں فرمایا جس کا جی چاہے۔

اس سے تو ثابت ہوا کہ کسی بھی اذان اور اقامت کے درمیان نفل پڑھنے مسنون نہ رہے۔ افسوس کہ مصنف نے صحیحین کی اس حدیث کو بیان کر کے اپنے مسلک کو کسی خطرہ میں نہیں ڈالا، بلکہ عبداللہ بن بریدہؓ عن ابیہ سے بین کل اذانین صلوٰة (ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے) کے آگے لمن شاء کی بجائے الا صلوٰة المغرب روایت کر دیا اور صحیحین کی بجائے اپنی لال کتاب میں کشف الاستار نامی کسی گمنام کتاب کا حوالہ دے دیا ہے۔ لا حول ولا قوة الا باللہ۔ دراصل یہ روایت بزار میں ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے شاذ قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ تو خود نماز مغرب سے پہلے دو نفل پڑھتے تھے (فتح الباری ج ۲ صفحہ ۱۰۸)۔

اس سنت کی جڑ اکھاڑنے کے لئے مصنف نے خاکم بدھن ایک اور حدیث کا ناس مارنا چاہا ہے۔ صحیح مسلم ص ۲۷۷ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے ظہر کی قضاء شدہ سنتیں عصر کے بعد پڑھی تھیں۔ مگر مصنف نے بحوالہ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۴۱۔ طبرانی (کتاب مسند الشامیین) سے اسے قبل المغرب بنا دیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک دفعہ یہ بطور قضاء پڑھی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ گذارش ہے کہ بالفرض یہ روایت اگر ثابت ہو تو اس میں نماز مغرب کا ذکر نہیں بلکہ مغرب کا ذکر ہے، یعنی آپ ﷺ نے سورج ڈوبنے سے پہلے پڑھیں تو وہ عصر کا وقت ہی ہوتا ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ یہ سنتیں ضروری اور مؤکدہ نہیں ہیں۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ صرف مصروفیت کی وجہ سے نہیں پڑھتے تھے (عن عقبہ بن عامرؓ۔ بخاری ص ۱۵۸)۔

مصنف پر تعجب ہے کہ انہوں نے اسے بھی اس سنت کے رد میں اپنی دلیل بنالیا ہے۔ کاش یہ محترم اس روایت کا بھی ذکر فرمادیتے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مغرب کی اذان کے بعد لوگ اس کثرت سے دو رکعتیں پڑھتے کہ نووارد کو یہ خیال گزرتا شاید جماعت ہو چکی ہے (مسلم۔ ص ۲۷۸)۔

مصنف نے ان سنتوں کے خلاف ایک یہ دلیل دی ہے کہ اگر کوئی ان نفلوں میں لگ کر مغرب کی نماز میں تعویق و تاخیر کرے گا تو تاخیر مغرب کی وجہ سے بھی یہ مکروہ ہوں گے"۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ احناف اذان میں ہی اتنی تاخیر کر دیتے ہیں کہ اہلحدیث مساجد میں دو نفل کا وقت دے کر بھی ان کی نسبت مغرب کی نماز پہلے شروع ہو جاتی ہے۔

تراویح

نمبر ۵۸ صفحہ ۶۳۰

ہیں تراویح ثابت کرنے کے لئے مصنف نے تریسٹھ صفحات وقف فرمائے ہیں مگر اس باب میں ایک بھی صحیح حدیث پیش نہیں فرما سکے۔ ادھر ادھر سے لے کر لوگوں کے اقوال جمع کر دیئے ہیں جیسے یہ بھی کوئی پیغمبروں کے نام ہوں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت پیش کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ماہ رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴، بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)۔ امام زیلعی حنفی رحمہ اللہ نے اس روایت کو متفق علیہ طور پر ضعیف اور صحیح حدیث کے مخالف قرار دیا ہے (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳) جس روایت کو ان کے اکابر رد کر چکے ہوں کم از کم اس سے استدلال کرتے ہوئے ان اصاغر کو حیاء محسوس ہونی چاہیئے۔ اس روایت کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں مولانا سرفراز احمد صاحب گکھڑوی، جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ فاضل دیوبند فیصل آبادی کو ہاتھوں سے گنوا بیٹھے تھے اور انہوں نے حنفیت کی یہی "دونگی" چکھ کر مسلک اہلحدیث قبول فرمایا تھا ملاحظہ فرمائیں (میں اہلحدیث کیوں ہوا؟ ص ۱۶)۔

ایک روایت سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے بیان کی ہے کہ نبی ﷺ لوگوں کو (عشاء سمیت) چوبیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے (تاریخ جرجان لابی قاسم حمزہ بن یوسف السہمی متوفی ۴۲۷ھ ص ۲۷۵)۔ معاف رہے یہ حدیث کی کتاب نہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کے کسی مصنف کی تاریخی کتاب کا حوالہ اپنی تردید آپ ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت (عشرین رکعۃ) پڑھاتے تھے، (ابوداؤد ص ۵۳۸)۔ یہ روایت حنفیہ کی تحریف کا نہایت ظالمانہ شاہکار ہے۔ اصل الفاظ عشرین لیلۃ ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس رات تراویح پڑھاتے تھے۔

حنفیہ نے جو ابوداؤد چھاپی ہے (مثلاً مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی) اس میں یہ استادی کی ہے کہ "عشرین" کا فائدہ اٹھاتے ہوئے "لیلۃ" کو "رکعۃ" بنادیا ہے یعنی کہ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔ حالانکہ عون المعبود ص ۵۳۸ میں بھی لیلۃ ہے۔ مختصر ابوداؤد منذری ج ۲ ص ۱۲۶ میں بھی لیلۃ ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدیم مصری نسخے میں بھی لیلۃ ہے (ج ۲ ص ۶۵ حدیث نمبر ۱۴۲۹) عشرین لیلۃ کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آگے یہ الفاظ ہیں (جو مصنف نے نقل نہیں فرمائے) کہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ آخری عشرہ میں گھر پر نماز پڑھتے تھے تو لوگ کہتے کہ ابی رضی اللہ عنہ بھاگ گئے۔ اگر مصنف پوری حدیث نقل کر دیتے تو اس تحریف کا پول کھل جاتا۔ سیانے آدمی کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ اس سے آپ ان کی ذہنیت کا اندازہ فرما سکتے ہیں۔ خیال کیجئے اپنے ایک تقلیدی مسلک کو بچانے کے لئے انہوں نے کتنا گیا گزرا اقدام اٹھایا ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی مضبوط اور کام کی دلیل ہوتی تو کیا اتنی گھٹیا حرکت کی جا سکتی تھی؟ دیدہ دلیری کی انتہا ہے کہ بعض احناف نے اسی مصنوعی حدیث کو مسجدوں میں للکار رکھا ہے۔

سیدنا عمر قارہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳) یہ روایت نہایت ضعیف اور منقطع ہے۔ یزید بن رومان سے بیان کیا کہ لوگ عہد فاروقی میں تیئیس رکعت پڑھتے تھے (مؤطا امام مالک ص ۴۰) یہ بھی منقطع ہے۔ مؤطا امام مالک ص ۴۰ ہی میں صحیح سند کے ساتھ سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔ افسوس کہ ۶۳ صفحات کے مضمون میں اس مستند حوالہ کو جگہ نہ مل سکی۔ کیونکہ مصنف اس کا ذکر کر کے اپنے کئے کرائے پر پانی نہیں پھیرنا چاہتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا کہ انہوں نے ایک قاری کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا (سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)۔ علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حماد بن شعیب کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے (تعلیق آثار السنن بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۵)۔ نیز لکھا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک شخص کو پانچ ترویحے یعنی بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)۔ علامہ نیموی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ابوالحسناء مجہول ہے (ایضاً بحوالہ تحفۃ الاحوذی ص ۷۴)۔

جناب اعمش رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے (مختصر قیام اللیل مروزی ص ۱۵۷)۔ یہ اثر بھی منقطع ہے۔

پھر مختلف لوگوں کے بے سروپا حوالے دے کر بیس تراویح پر اجماع کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ امام ترمذیؒ نے پہلا قول جو نقل کیا ہے وہ ۴۱ کا ہے اور اسی کو اہل مدینہ یعنی نبی ﷺ کے شہر کے باسیوں کا عمل قرار دیا ہے (ج ۲ ص ۷۳)۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے مختلف اصحاب سے ۳۶۔ ۳۴۔ ۲۸۔ ۲۴۔ ۲۰۔ اور گیارہ تراویح کا مسلک نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام مالکؒ اور ابو بکرؒ بن عربی کا مسلک گیارہ کا ہے (عمدۃ القاری بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۳)۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو گیارہ رکعت پر جمع کیا تھا..... لوگوں نے نہ جانے کہاں سے اتنی زیادہ رکعتیں نکال لی ہیں (المصابیح فی صلوٰۃ التراویح بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۷۳)۔ نیز یاد رہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد رحمہ اللہ کا بھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۷۶)۔ لہٰذا اس بات پر اصرار کرنا کہ بیس تراویح پر اجماع ہو چکا ہے صریحاً غلط بیانی ہے اور ایک گمراہ کن پراپیگنڈہ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے گیارہ سے زیادہ پڑھی ہیں انہوں نے یہ سمجھ کر نہیں پڑھیں کہ اتنی مقدار سنت ہے بلکہ یہ سمجھ کر پڑھی ہیں کہ نفلی عبادت ہے جتنی مرضی پڑھ لو۔ حنفیہ کا یہ دعویٰ کہ بیس رکعت ہی سنت ہے انہیں اس دعویٰ کا صحیح ثبوت پیش کرنا چاہیئے جو کہ قیامت تک ناممکن ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پالن حقانی صاحب تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ایمانداری کی بات یہ معلوم ہوتی ہے..... کہ نبی ﷺ کی طرف سے کوئی حکم نہیں تھا کہ اتنی یا اتنی رکعتیں پڑھو۔ حکم صرف اتنا تھا کہ جتنا بھی ہو سکے زیادہ سے زیادہ عبادت کرو۔ تو جن کو جتنی ہمت اور شوق ہوتا تھا وہ اتنی رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے"۔ (قرآن و حدیث اور اہل حدیث ص ۹۵)۔

مصنف نے علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ کا یہ عجیب و غریب فرمان نقل کیا ہے کہ بیس کی حکمت یہ ہے کہ مکمل یعنی تراویح مکمل یعنی فرائض مع الوتر کے برابر ہو جائیں (کیونکہ فرائض کی کل رکعتیں ملا کر بیس بنتی ہیں) (رد المختار مع حاشہ رد المختار ج ۲ ص ۴۳) مطلب یہ ہے کہ فرض رکعتوں کی تعداد "۱۷" ہے وتر سمیت "۲۰" ہو گئیں لہٰذا ثابت ہوا کہ تراویح بیس ہیں۔ کیسی فقیہانہ بات ہے۔ اس پر سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔ حالانکہ فرض نمازوں کو وتر اور طاق بنانے والی شے مغرب کی نماز ہے۔ چنانچہ سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ مغرب کی نماز دن کی نمازوں کے وتر ہیں (ترمذی ص ۳۸۶) رہے یہ وتر سو یہ تو نفلی نمازوں کو طاق بنانے والے ہیں۔ اب "۱۷" اور "۲۳" کے درمیان کیا مناسبت ہے؟ نیز گزارش ہے کہ اگر اس قسم کا طرز استدلال پسند ہے تو میں بھی حنفیہ کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ وتر سمیت گیارہ تراویح پڑھا کریں کیونکہ پھر اس سے گیارہویں ثابت ہو جائے گی۔ یہ استدلال مصنف کے حصکفی صاحب کے استدلال سے زیادہ مضبوط اور "فائدہ مند" ہے۔

شکر ہے کہ مصنف نے گیارہ رکعت والی حدیث بھی بیان کر دی ہے۔ مگر افسوس کہ اس پر عمل کرنے کے لئے نہیں بلکہ تاویلیں کرنے کے لئے اور تردید کرنے کے لئے بیان فرمائی ہے۔

سیدنا ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہِ رمضان میں نبی ﷺ کی نماز کیسی (کیف) ہوتی تھی تو فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ چار رکعت پڑھتے جو نہایت خوبصورت اور لمبی ہوتی تھیں۔ پھر چار پڑھتے جو نہایت خوبصورت اور لمبی ہوتیں پھر تین پڑھتے (بخاری قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وغیرہ ص ۱۵۴، باب فضل من قام رمضان ۵۰۴)۔

یہ حدیث آٹھ تراویح پر نص ہے مگر مصنف نے اس حدیث کو رد کرنے کے لئے اپنی پوری حنفیت داؤ پر لگادی ہے۔

(۱) لکھتے ہیں کسی نے بھی اس حدیث سے تراویح مراد نہیں لیں۔ ورنہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی نہ کوئی امام تو آٹھ رکعت تراویح مراد لیتا"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کی سنت چار عدد ائمہ میں سے کسی ایک کی منظوری کی مرہون منت ہے۔ بقول مصنف چونکہ انہوں نے اسے قبول نہیں کیا لہٰذا یہ مسترد ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ ہمارے اکثر مسائل میں ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی نہ کوئی ہمارے ساتھ اتفاق رکھتا ہے پھر انکے بارے میں یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ یہ صحیح ہے کیونکہ یہ فلاں امام کا مذہب ہے یعنی اگر انکے نزدیک ائمہ ثلاثہ کی تشریح معتبر ہے تو پھر وہ مسائل جو ہمارے اور انکے درمیان متفق علیہ ہیں انکا مضحکہ کیوں اڑایا جاتا ہے؟

(۲) لکھتے ہیں اکثر محدثین نے اس حدیث کو قیام اللیل (تہجد) کے تحت ذکر کیا ہے..... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد تہجد کی نماز ہے تراویح نہیں..... بعض محدثین مثلاً بخاری، امام محمد رحمہما اللہ وغیرہ نے اس حدیث کو قیام رمضان میں بھی ذکر کیا ہے لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے اس سے مراد تراویح ہی لی ہیں"..... کمال ہے یعنی جن محدثین نے اسے قیام اللیل کے باب میں ذکر کیا ہے تو یہ دلیل ہے کہ اس سے مراد تہجد ہے اور جنہوں نے اسے قیام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رمضان کے بارے میں ذکر کیا ہے تو یہ دلیل نہیں کہ اس سے مراد تراویح ہے۔ چٹ بھی اپنی پٹ بھی اپنی۔ میں پوچھتا ہوں کہ نبی ﷺ نے جو تین روز رمضان میں باجماعت نماز پڑھائی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کتاب التہجد میں بھی کیا ہے (عن عائشہ۔ ص ۱۵۲) تو کیا خیال ہے پھر اس سے مراد تراویح نہیں ہے؟۔ میرے بھائی! ابو سلمہؒ والی روایت میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب رمضان اور غیر رمضان دونوں قسم کے قیام اللیل کے بارے میں ہے۔ کسی نے اسے صرف مطلق قیام اللیل کے باب میں ذکر کرنے پر اکتفا کیا ہے اور دہرانے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی اور کسی نے رمضان کے باب میں ذکر کر دیا ہے۔ اگر اس سے مراد صرف تہجد ہے تراویح نہیں تو رمضان کے باب میں دوبارہ ذکر کرنے کا مقصد؟

(۳) لکھتے ہیں "تراویح اس نماز کو کہتے ہیں جو رمضان کی راتوں میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے"۔ مطلب یہ ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تراویح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں حالانکہ مصنف اپنی کتاب کے صفحہ ۲۳۶ پر بخاری شریف صفحہ ۲۶۹ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت بیان کر چکے ہیں جس میں یہ الفاظ ہیں کہ کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی شخص نماز پڑھ رہا تھا تو ایک گروہ اس کی اقتداء کر رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر میں ان لوگوں کو ایک قاری پر جمع کر دوں تو بہت اچھا ہو"..... اس سے ثابت ہوا یہ نماز جو باجماعت شروع کرائی گئی تھی یہ وہی نماز تھی جسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تنہا بھی پڑھتے تھے اور اول رات بھی پڑھتے تھے۔ نیز مصنف نے ص ۲۳۵ پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۴)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف نے اس سے بیس تراویح ثابت کی ہیں حالانکہ اس میں بھی تنہا نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ یہ روایت بیہقی میں بھی ہے۔ (ج ۲ ص ۴۹۶) جس میں باقاعدہ یہ الفاظ موجود ہیں فی غیر جماعة یعنی بغیر جماعت کے۔ اور امام بیہقی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ روایت امام زیلعی حنفی کے الفاظ میں بالاتفاق ضعیف ہے۔ بلکہ امام شافعی تو فرماتے ہیں جسے قرآن آتا ہو اسے اکیلے ہی قیام کرنا چاہیئے (ترمذی ج ۲ ص ۷۶ باب ماجاء فی قیام شھر رمضان) مصنف کی اس فقاہت سے کم از کم حنفی بہنوں کو ضرور فائدہ ہو جانا چاہیئے کیونکہ احناف کے نزدیک عورتیں جماعت میں شامل نہیں ہو سکتیں اور بقول مصنف تراویح ہوتی وہ ہیں جو باجماعت ہوں لہذا اس فقہی فارمولے کی رو سے حنفی خواتین تنہا نماز گیارہ سے زیادہ پڑھنے کی مجاز نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کے لئے جماعت کی شرط خود ساختہ ہے جماعت صرف اس لئے ہے کہ جنہیں قرآن نہیں آتا وہ کم از کم سن تو لیں۔

(۴) لکھتے ہیں پھر تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہیں جب کہ اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے"۔ بات یہ ہے کہ عائشہ صدیقہؓ کا چار چار کر کے فرمانا ایسے ہی ہے جیسے حنفیہ کا چار رکعتوں کے لئے ایک ترویحہ کا لفظ بولنا۔ یہ مطلب نہیں کہ تہجد میں نبی ﷺ کا معمول ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھنے کا تھا۔ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے قیام اللیل کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا دو دو رکعت کر کے پڑھو صبح ہو جانے کا ڈر ہو تو ایک وتر پڑھ لو (عن عبداللہ بن عمرؓ مسلم ص ۲۵۷) نبی ﷺ عشاء اور فجر کے درمیان گیارہ رکعت پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک وتر پڑھتے (عن عائشہؓ مسلم ص ۲۵۴) نیز سیدہ عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عشاء کے بعد جب کبھی میرے گھر تشریف لاتے تو آپ چار یا چھ رکعت پڑھتے (ابوداؤد ص ۵۰۲) اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ آپ ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام کے ساتھ چار یا چھ رکعت پڑھتے نیز زیر بحث بخاری شریف والی حدیث میں سرے سے ایک سلام کے ساتھ چار پڑھنے کا ذکر ہی نہیں یہ مصنف کا ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر اتہام ہے۔ لکل امری منهم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبره منهم له عذاب عظیم.

مصنف نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ ابو سلمہؓ کا سوال حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت کے متعلق تھا تعداد سے متعلق نہیں..... سوال نماز کی رکعات کی تعداد کے متعلق ہوتا تو وہ لفظ کم (یعنی کتنی) سے سوال کرتے نہ کہ کیف سے (یعنی کس طرح) دوسرے سیدہ عائشہؓ انہیں ان کے سوال کے مطابق تعداد رکعات بتلا کر بس کر دیتیں یہ نہ فرماتیں کہ ان کے حسن اور درازی کا سوال ہی نہ کر..... اس قسم کی بحثیں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہیں جو سوال مصنف نے ہم سے کیا ہے وہ میں بھی ان سے کر سکتا ہوں یعنی اگر ابو سلمہ کا سوال کیفیت کے بارے میں تھا تو پھر عائشہؓ نے اس پر اکتفا کیوں نہ کیا تعداد کیوں بتلائی میرے بھائی سیدہ عائشہؓ کوئی امتحانی پرچہ حل کرنے نہیں بیٹھی تھیں کہ جتنا سوال ہو بس اتنا ہی جواب دیا جائے۔ پھر تو انہیں سیدنا موسیٰ پر بھی اعتراض ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے تو جواب دیا یہ میری لاٹھی ہے میں اس پر تکیہ کرتا ہوں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے اور بھی فائدے ہیں حالانکہ سوال کے لحاظ سے اصل جواب صرف اتنا ہی تھا جو انھوں نے پہلے دے دیا تھا اسی طرح سیدہ عائشہؓ نے جو جواب پہلے دیا وہی اصل میں سوال کا جواب تھا اصل بات یہ ہے کہ قیام رمضان کے بارے میں نبی ﷺ نے جو بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی تھی اس سے ابو سلمہؓ یہ سمجھے کہ شائد اس مہینے میں آپ ﷺ رکعات کی تعداد بڑھا دیتے ہوں گے تو سیدہ عائشہؓ نے ان کی تشفی فرمادی کہ رمضان ہو یا غیر رمضان آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے..... البتہ رکعتیں بہت حسین اور طویل ہوتی تھیں بالفرض سائل کا سوال کیفیت کے بارے میں ہی تھا مگر سیدہ عائشہؓ نے تو اولاً کمیت کے بارے میں ہی جواب دیا ہے اصل تو جواب ہے نہ کہ سوال جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

یسئلونك ما ذا ینفقون ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتامی والمساکین وابن السبیل .(بقرہ: ۲۱۵)

لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو مال بھی خرچ کرو پس وہ ماں باپ کیلئے رشتہ داروں کے لئے یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔

اب یہاں سوال تو مال کے بارے میں ہے اور جواب مصرف کے بارے میں ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا یہ جواب صحیح نہیں۔(نعوذ باللہ)

(۲) مصنف کا ایک اعتراض یہ ہے کہ مسجد نبوی میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں سیدہ عائشہؓ نے اعتراض کیوں نہ کیا یہ کتنی دھکا شاہی ہے جناب محترم خود تو کسی صحیح حدیث سے بیس تراویح کا ثبوت پیش نہیں کر سکے اور ہم سے سیدہ عائشہؓ کا اعتراض ثابت کروانا چاہتے ہیں میرے بھائی اگر بالفرض زیادہ پڑھی گئی ہیں تو اس میں اعتراض والی کیا بات ہے نفلی عبادت جتنی مرضی کر لی جائے اعتراض کا موقع تو تب تھا اگر کوئی حنفیوں کی طرح یہ کہتا کہ نبی ﷺ نے چونکہ بیس تراویح پڑھی ہیں لہذا بیس افضل ہیں پھر سیدہ عائشہؓ معترض نہ ہوتیں تو حنفیوں کی دلیل بن سکتی تھی ایسی تو بات ہی کوئی نہیں۔ ہم کب کہتے ہیں بیس جائز نہیں ہم تو کہتے ہیں سو بھی جائز ہیں اعتراض ہمیں صرف اسی صورت میں ہوتا ہے جب یہ جھوٹ بولا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے بیس پڑھی ہیں یا یہ کہ حضرت عمرؓ نے بیس کا حکم دیا تھا لہذا بیس ہی پڑھنی چاہئیں اس سے کم و بیش جائز نہیں۔

سیدہ عائشہؓ کے اعتراض کی بات انہوں نے ایسے کی ہے جیسے ان کے نزدیک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی بہت اہمیت ہوتی حالانکہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنے پر سیدہ عائشہؓ کا اعتراض مشہور ہے اور حدیث نبوی ﷺ کے حوالے سے ہے (مسلم ص ۳۱۲) مگر حنفیہ نے اپنا تاویل کا روایتی حربہ استعمال کر کے اسے مسترد کر دیا ہے۔

(۷) مصنف نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ گیارہ رکعت گھر میں پڑھتے تھے جب کہ اہلحدیث مساجد میں پڑھتے ہیں، یہ بھی فضول اعتراض ہے ضمناً یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مسجد میں تراویح کا باجماعت پڑھنا صرف ان لوگوں کی سہولت کے لئے ہے جو حافظ قرآن نہیں ورنہ بے شک افضل یہی ہے کہ انسان گھر میں پڑھے اور پچھلے پہر پڑھے جیسے حضرت عمرؓ نے باجماعت تراویح شروع کرائی اور خود اس میں شریک نہ ہوئے بلکہ فرمایا:۔

والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون (بخاری ص ۲۶۹ موطا امام مالك ص ۴۰)

جس سے تم سو جاتے ہو وہ تمہارے اس قیام سے بہتر ہے۔

نبی ﷺ نے بھی نفلی نماز کے گھر میں پڑھنے کو افضل فرمایا ہے (عن زید بن ثابت ابوداؤد ج ۱ ص ۴۰۳)

(۸) انہوں نے ایک اعتراض یہ داغا ہے کہ اس حدیث کے مطابق نبی ﷺ یہ نماز پڑھ کر سو جاتے تھے سو کر اٹھ کر وتر پڑھتے تھے لیکن غیر مقلدین حضرات تراویح کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی وتر ادا کر لیتے ہیں"۔ اندازہ فرمایئے بخاری شریف کی اس حدیث کو رد کرنے کیلئے حنفی لوگ کیسے ہتھیاروں پر اتر آئے ہیں اور اس سے بچنے کیلئے کس طرح ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں ایسی باتیں ہارے ہوئے جواری کرتے ہیں شاید نبی ﷺ کی یہ حدیث ان کی نظر سے نہیں گذری فرمایا:۔

من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله (عن جابر رضی اللہ عنہ۔ مسلم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ص ۲۸۵)

جسے یہ ڈر ہو کہ پچھلی رات نہیں اٹھے گا وہ رات کے پہلے حصے میں وتر پڑھ لے۔

کچھ اور بھی اعتراضات کئے ہیں جو جواب کے قابل نہیں۔ صرف ان سے مصنف کا بچنا ظاہر ہوتا ہے۔

دراصل احناف کو مغالطہ یہ ہوا ہے کہ تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز ہے حالانکہ سرے سے تراویح کی کوئی شرعی اصطلاح ہے ہی نہیں۔ یہ لفظ نہ قرآن پاک میں ہے نہ حدیث شریف میں ہے۔ یہ صرف اہل علم کی اصطلاح ہے کہ وہی قیام اللیل جو عام دنوں میں تہجد کہلاتا ہے تعارف کے لئے رمضان میں اسے تراویح کہا جانے لگا۔

مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں "غیر مقلدین کے اس دعویٰ سے کہ آپؐ نے تراویح کے بعد تہجد ہرگز نہیں پڑھی ایسے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین کو علم غیب بھی حاصل ہے جس کی بنا پر وہ اتنا بڑا دعویٰ کرتے ہیں ورنہ اس کے متعلق غیر مقلدین کے پاس کوئی صریح حدیث تو موجود نہیں ہے (ص ۶۷۷)۔

گذارش ہے کہ محترم مصنف اپنی ہی کتاب کا ص ۶۳۳ پڑھ لیں جس میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ (ابوداؤد ج ا ص ۵۳۱) کے حوالے سے لکھا ہے:

فلما كانت الثالثة جمع اهله ونساءه والناس فقام بنا حتى خشينا ان يفوتنا الفلاح

پس جب تین دن باقی رہ گئے تھے آپ نے اپنے گھر والوں عورتوں اور لوگوں کو جمع کیا (یعنی ستائیسویں شب کو) آپ نے ہمیں اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں ڈر پیدا ہوا کہ ہم سے سحری رہ جائے گی۔

اب بتلایئے اس باجماعت تراویح کے بعد نبی ﷺ نے کب تہجد پڑھی۔ جب کہ مصنف کو یہ بھی اعتراف ہے کہ نبی ﷺ کی رکعتیں بہت حسین اور دراز ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں۔ اسی طرح مؤطا امام مالک ص ۴۰ کی وہ روایت جسے مصنف نے اپنے لئے خطرناک سمجھتے ہوئے ذکر نہیں کیا اس میں بھی باقاعدہ یہ الفاظ موجود ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تو سائب بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں..... ہم لوگ فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے"۔ یقیناً کوئی ایسی حدیث نہیں کہ نبی ﷺ نے تراویح کے بعد تہجد پڑھی ہو۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ نبی ﷺ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور کسی بھی روایت سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی رمضان میں تراویح اور تہجد علیحدہ علیحدہ پڑھی ہو۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۱۶۶)۔ نیز فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ تہجد اور تراویح دونوں ایک ہی ہیں۔ صرف بات یہ ہے کہ اگر جلدی پڑھ لی جائے تو اسے تراویح کہتے ہیں اور اگر دیر سے پڑھا جائے تو اسے تہجد کا نام دیتے ہیں۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۴۲) نیز علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۷ میں ملا علی قاریؒ حنفی نے عرفات ج ۳ ص ۱۹۴ میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ نے ما ثبت السنة میں گیارہ تراویح کے مسنون ہونے کو تسلیم کیا ہے۔

ایک اور بچگانہ چالاکی ملاحظہ ہو۔ ابھی بیان ہوا ہے کہ مصنف نے ص ۶۳۳ پر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ والی پوری حدیث نقل فرمائی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے ایک رمضان میں تین روز تراویح پڑھائی۔ ۲۳ ویں دن کو تہائی رات گزرنے پر ۲۵ ویں کو آدھی رات گزرنے پر اور ۲۷ ویں کو (غالباً ایک تہائی رات باقی رہنے پر) اتنی دیر تک کہ ہمیں سحری فوت ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا"۔ یعنی صبح صادق کے قریب ظاہر ہے کہ فجر کے قریب فارغ ہونے پر تہجد کا وقت نہیں بچتا۔ اپنے اس کمزور پوائنٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے مصنف نے اپنے علامہ ابوالطیب سندھی کا عجیب و

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غریب قول نقل کیا ہے: آپ نے ہمیں تہائی رات گزرنے پر نماز پڑھائی۔ اس بات میں ظاہر ہے کہ نبی ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ نوافل (یا تراویح) شروع رات میں پڑھتے تھے، سو اس میں جمہور کے لئے دلیل ہے کہ تراویح شروع رات میں جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئیں (شرح ترمذی ج ۲ ص ۱۴۹)۔ حالانکہ یہ صرف پہلی رات کی تراویح کا ذکر ہے۔ اگلے دو دن کھا ہی گئے۔ غالباً اسی کو کہتے ہیں میٹھا میٹھا ہپ کڑوا کڑوا تھو۔

پالن حقانی حنفی صاحب فرماتے ہیں حضور ﷺ نے تین دن نماز جماعت سے مسجد میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پڑھائی ہے وہ آدھی رات کے بعد پڑھائی ہے جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے (قرآن و حدیث اور اہل حدیث ص ۳۳)۔

اس سے قبل لکھتے ہیں کہ اہلحدیث صاحبان کو بھی چاہیئے کہ اپنی زندگی میں ایک سال تین دن ہی نماز جماعت سے مسجد میں رمضان المبارک میں پڑھیں۔ حالانکہ اس سوال کا جواب صرف اہلحدیث کے ذمہ نہیں "اہلسنت" کے ذمہ بھی ہے جو خود ان کی کتاب میں موجود ہے یعنی کہ:

امابعد مجھ پر تمہارا یہاں موجود ہونا مخفی نہ تھا مگر مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تم پر (زمانہ نزول وحی میں) یہ نماز فرض نہ ہو جائے (ص ۳۱) نیز لکھتے ہیں "جب حضور دنیا سے تشریف لے گئے تو اب فرض ہونے کا خطرہ ختم ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے تراویح کی نماز جماعت سے وتر کے ساتھ پڑھنا شروع کرادی"۔ (ص ۹۴) ہمارے پورا مہینہ تراویح پڑھنے سے پالن صاحب کا یہ شکوہ بھی دور ہو جانا چاہیئے کہ ہم خلفائے راشدین کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں۔

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق ڈالنے کے لئے مصنف نے لکھا ہے کہ تراویح وہ نماز ہے جو عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھی جائے اور تہجد وہ نماز ہے جو سو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر اٹھ کر پڑھی جائے"۔

حنفیہ کا دعویٰ ہے کہ امام ابو حنیفہ غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ اور کئی بزرگوں نے چالیس سال عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ یعنی ساری رات انہوں نے سو کر نہیں دیکھا تو پھر ماہ رمضان میں ان کے نوافل کو کیا نام دیا جائے گا تراویح یا تہجد؟

تراویح اور تہجد کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے لئے مصنف نے ایک اور طفلانہ حرکت کی ہے۔ سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

فقام بنا تلك الليلة واوترنا ثم انحدر الى مسجده فصلى باصحابه الخ

(ابوداؤد ص ۵۴۰) انہوں نے ماہ رمضان کی ایک رات ہمیں نماز پڑھائی اور وتر پڑھائے پھر اپنی مسجد میں جا کر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔

اس سے استدلال کرتے ہیں "اس حدیث سے ظاہر ہے کہ سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے پہلی نماز جو وتر سمیت پڑھائی تھی وہ تراویح تھی اور دوسری نماز جو آپ نے اپنی مسجد میں جا کر پڑھی تھی وہ تہجد تھی"۔

حالانکہ مصنف بارہا لکھ چکے ہیں کہ جو باجماعت پڑھی جائے وہ تراویح ہوتی ہے۔ اب طلق بن علی نے دونوں جگہ باجماعت نماز پڑھائی ہے۔ لہٰذا مصنف کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسری جماعت کو تہجد کا نام دیں۔ مصنف کے بیان کردہ اصول کے مطابق چونکہ یہ دونوں دفعہ تراویح تھیں اور ان کے مسلک کے مطابق تراویح بیس ہوتی ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اس رات حضرت طلق بن علیؓ نے چالیس عدد تراویح پڑھائی تھیں۔ ہمیں تو اس پر کوئی اعتراض نہیں البتہ حنفی مسلک ضرور گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ ایک بات عرض کر دوں کہ اس روایت میں قیس بن طلق راوی ضعیف ہے۔

ص ۶۴۶ پر مصنف نے جناب شیتر بن شکل کا حوالہ دیا ہے کہ وہ بیس تراویح پڑھاتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ہم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں نبی اکرم ﷺ کی حدیث سناتے ہیں یہ ہمیں شیتر بن شکل کا عمل بتلاتے ہیں۔ ہم میں اور ان میں بس اتنا ہی فرق ہے

پالن حقانی صاحب لکھتے ہیں مدینہ مبارک میں یا مکہ معظمہ میں جماعت اہلحدیث کی کوئی مسجد نہیں ہے اور مدرسہ بھی نہیں ہے..... وہاں پر سب مسجدوں میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں (قرآن وحدیث اور مسلک اہلحدیث ص ۲۸)۔

سوال یہ ہے کہ کیا حرمین شریفین میں دیوبندیوں کی کوئی مسجد یا مدرسہ ہے یا کیا وہاں وتر حنفی طریقہ کے مطابق پڑھے جاتے ہیں یا اور بھی سارے کام حنفی مسلک کے مطابق ہو رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان باتوں کی حیثیت نسوانی طعنوں سے زیادہ نہیں ہے۔ ابھی میرے کچھ عزیز لیبیا، ایتھوپیا اور سوڈان وغیرہ سے ہو کر آئے ہیں انہوں نے بتلایا ہے کہ وہاں آٹھ تراویح پڑھی جاتی ہے۔ پھر دو نفل پڑھ کر الگ وتر پڑھا جاتا ہے نیز رفع یدین بھی ہوتی ہے اور آمین بھی گونجتی ہے۔

فوت شدہ نمازوں کی قضا

نمبر ۵۹ صفحہ ۶۹۲

مصنف نے یہ حدیث پیش کی ہے:

من نسی صلوٰۃ او نام عنھا فکفارتھا ان یصلیھا اذا ذکرھا (عن انس رضی اللہ عنہ۔ مسلم ص ۲۴۱) بھول کر یا سو جانے کی وجہ سے جس کی نماز رہ جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے پڑھ لے۔

اور اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ جس کی بہت سی نمازیں بلا عذر یعنی جان بوجھ کر پڑھنے سے رہ گئی ہوں ان کی بھی قضا دے (ملخص) یہ قیاس مع الفارق ہے۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے یعنی بے نماز کے لئے نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے (جان بوجھ کر) نماز چھوڑی اس نے کفر کیا (عن بریدہؓ، ابن ماجہ ص ۷۵) نیز فرمایا آدمی اور شرک و کفر کے درمیان فرق صرف ترک نماز کا ہے (عن جابرؓ، مسلم ص ۶۱) چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مبارک، اسحٰق بن راہویہ، بعض شافعیہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے ایک قول کے مطابق بے نماز کافر ہے۔ (شرح مسلم نووی ص ۶۱) اگر اس قسم کے بے نماز کو زندگی بھر کی نمازوں کا مکلف کر دیا جائے تو یہ سراسر مذاق ہے اور تکلیف مالا بطاق ہے۔ نیز پھر تو نو مسلم کو بھی حالت کفر میں چھوڑی گئی نمازوں کی قضا کا پابند کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نماز تو سب پر فرض ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔ بے نماز کافر نہ بھی ہو تب بھی اس کی حالت کفر کے بہت قریب ہے۔ لہٰذا سچے دل سے توبہ کرنا چاہیئے۔ توبہ ایسی چیز ہے کہ اس سے صغیرہ کبیرہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اس مضمون کی بے شمار آیات و احادیث موجود ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا اے عمرو بن عاصؓ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام قبول کرنا، ہجرت کرنا، اور حج کرنا سابقہ تمام گناہوں کو منہدم کر دیتے ہیں (مسلم ج ۱ ص ۷۶) بلکہ قرآن پاک میں ہے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل صالح کئے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا (الفرقان: ۷۰) لہٰذا بے نماز اگر سچی توبہ کر کے نماز شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنی چاہیئے کہ ان کی زندگی بھر کی قضا شدہ نمازوں کا بدل ہو جائے گی۔ میرے علم میں کوئی ایسا قانون نہیں کہ توبہ کرنے سے کافر کا کفر معاف ہو جائے، مشرک کا شرک معاف ہو جائے، قاتل کے سو قتل معاف ہو جائیں لیکن مسلمان کی چھوڑی ہوئی نمازیں معاف نہ ہوں۔

یا ایھاالذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم (التحریم: ۸) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی طرف خالص توبہ کرو امید ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا رب تمہارے گناہ مٹا دے گا۔

سجدہ سہو

نمبر ۶۰ ص ۱۰۷

اس باب میں مصنف نے صرف وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن میں بعد از سلام سجدہ سہو کا ذکر ہے۔ وہ حدیثیں بیان نہیں کیں جن میں قبل از سلام سجدہ سہو کا ذکر ہے جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ پوری کتاب میں مصنف نے اسی طرح یک طرفہ ٹریفک چلائی ہے۔ شاید انہیں ایک آنکھ بند کر کے کتاب لکھنے کی عادت ہے۔ یہ تحقیق نہیں تقلید ہے۔ تجزیہ نہیں فریب ہے۔

نبی ﷺ کا باقاعدہ یہ حکم موجود ہے کہ قبل از سلام سجدہ سہو کرنا چاہیئے (مثلاً عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ۔ مسلم ص ۲۱۱) اس لئے یہ دونوں طرح جائز ہے۔ ہمیشہ بعد از سلام سجدہ سہو کرنے کا مسلک سوائے حنفیہ کے کسی مقلد یا غیر مقلد کا نہیں ہے۔

حنفیہ نے سجدہ سہو کرنا ہو تو اولاً صرف تشہد تک پڑھ کر صرف دائیں جانب سلام پھیرتے ہیں۔ یہ بھی حنفیہ کی خصوصی اختراع ہے جس کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں ملتا۔ پھر مکمل التحیات پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرتے ہیں۔ اس التحیات کو ثابت کرنے کے لئے مصنف نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کا ذکر کیا ہے جس میں سجدہ سہو کے بعد تشہد اور سلام کا ذکر ہے (ترمذی ۳۰۵۔ ابوداؤد ص ۱۰۴) حالانکہ ایک تو اس کی صحت مختلف فیہ ہے دوسرے اس میں سجدہ سہو سے قبل سلام کا ذکر نہیں جو کہ احناف کا اصل مسلک ہے۔ یہی روایت صحیح مسلم صفحہ ۲۱۴ میں بھی موجود ہے مگر اس میں دوبارہ سلام کا ذکر تو ہے جس کے ہم بھی قائل ہیں دوبارہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشہد کا ذکر نہیں جس کے حنفیہ قائل ہیں۔ الغرض اس باب میں مصنف اپنا عجیب و غریب مسلک بیان کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں البتہ طعنے دینے میں کامیاب رہے ہیں۔

مقتدی کے سہو پر سجدہ سہو نہیں

نمبر ۶۱ صفحہ ۱۰۷

اس باب میں مصنف نے دار قطنی ج ۱ صفحہ ۴۷۷ کے حوالے سے بروایت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک حدیث پیش کی ہے کہ مقتدی کی غلطی پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ یہ حدیث تو اتنی معتبر نہیں تاہم ہمارا مسلک بھی یہی ہے۔ مصنف نے نواب صدیق حسنؒ کی بدور الاھلۃ ص ۶۸ کا حوالہ دیا ہے کہ ان کے نزدیک مقتدی کی غلطی پر سجدہ سہو واجب ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم ان کے مقلد نہیں۔ ہمیں ان کا حوالہ دینا ایسا ہی ہے جیسے حنفیوں کو کسی شافعیہ کی کتاب کا حوالہ دے دیا جائے۔ ہمیں تو صرف نبی ﷺ کی حدیث کا کوئی صحیح حوالہ چاہیئے۔

سجدہ تلاوت کیلئے وضو کی شرط

نمبر ۶۲ ص ۳۱۲

مصنف نے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بیان کیا ہے **لا یسجد الرجل الا وھو طاھر** (بیہقی ج ۲ ص ۳۲۵) یعنی کہ صرف پاک آدمی سجدہ کرے۔ اس روایت میں یہ وضاحت نہیں کہ طاہر سے کیا مراد ہے۔ سوال یہ ہے کیا بے وضو لوگ سب پلید ہوتے ہیں؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک اس سے مراد طہارت کبریٰ ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۵۵۴) یعنی جب کہ اس پر غسل واجب نہ ہو۔ یا اس سے وضو کا استحباب بھی مراد ہو سکتا ہے۔ ذرا غور فرمایئے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف کو تیسری درجے کی کتاب میں سے یہ غیر واضح روایت تو نظر آ گئی لیکن درجہ اول کی کتاب بخاری شریف میں مذکور یہ واضح روایت نظر نہ آئی کان ابن عمر یسجد علی غیر وضوء (صفحہ ۱۴۶) یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ وضو کے بغیر سجدہ کر لیتے تھے۔

تقلید کا سواستیاناس اس نے مقلدین کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ سیدنا ابن عمرؓ سے یہ بھی مروی ہے نبی ﷺ آیت سجدہ پڑھتے۔ ہم آپکے پاس ہوتے۔ آپ بھی اور ہم بھی سب سجدہ کرتے اور اتنی بھیڑ ہو جاتی کہ ہمیں زمین پر پیشانی رکھنے کو جگہ نہ ملتی (بخاری ص ۱۴۶) ضروری نہیں کہ یہ سب اس وقت باوضو ہوتے ہوں۔

مسافت قصر

نمبر ۶۳ ص ۱۴۷

حنیفہ کم از کم ۴۸ میل کی مسافت پر نماز کو قصر کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ مصنف کو اس کے حق میں نبی ﷺ سے کوئی دلیل نہیں ملی۔ موزوں والی حدیث بیان کر دی ہے کہ نبی ﷺ نے سفر میں ان پر تین دن تک مسح کرنے کی اجازت دی ہے (عن عائشہؓ۔ مسلم ص ۱۳۵) یہ دلیل تو ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے چاول سفید ہیں لہٰذا زمین گول ہے۔ نبی ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ مسافر تین دن تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے۔ حنفیہ کی دلیل تب بن سکتی تھی اگر آپؐ یہ فرماتے کہ کم از کم تین دن کا سفر ہو تو تب موزوں پر مسح کیا جا سکتا ہے فافہم..... ایک دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت محرم یا شوہر کے بغیر تین روز سفر نہیں کر سکتی (عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ۔ بخاری ص ۱۴۷، مسلم ص ۴۳۳) یہ دلیل بھی غیر متعلق ہے۔ اگر یہی معیار قرار دے دیا جائے کہ جتنے دن عورت بغیر شوہر یا محرم سفر نہیں کر سکتی کم از

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم اتنے دن کے سفر پر ہی قصر جائز ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عورت ایک دن بھی بغیر محرم یا شوہر کے سفر نہیں کر سکتی۔ (عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بخاری ص ۱۴۸۔ مسلم ص ۴۳۴) نہ جانے مصنف کی اس حدیث پر تجلی کیوں نہ پڑ سکی۔ جناب انور خورشید سے تو یہ اندھیرے میں نہیں رہنی چاہیئے تھی۔

باقی اقوال وغیرہ ہی ہیں۔ مثلاً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول لکھا ہے کہ تین رات کی مسافت میں نماز قصر کی جائے (کنز العمال ج ۸ ص ۲۳۴) حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تین میل کے سفر پر بھی قصر جائز سمجھتے تھے (ج ۲ ص ۴۴۵) مصنف محترم نے اپنی کتاب میں بے شمار حوالے ابن ابی شیبہ سے دیئے ہیں نہ جانے یہ حوالہ کیوں ان کی نظروں سے اوجھل رہ گیا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ ے بارے میں لکھا ہے کہ وہ سولہ فرسخ (۴۸) میل پر قصر و افطار کرتے تھے (بخاری ص ۱۴۷) مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اس سے کم پر جائز نہیں سمجھتے تھے کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ ایک دن (سولہ میل) کے سفر پر قصر کر لیتے تھے (مؤطا امام مالک ص ۵۱) یہی مذہب ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۴۴۳) میں بیان ہوا ہے۔

مصنف نے لکھا ہے کہ ایک روایت کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے یعنی ۴۸ میل کا۔ حالانکہ ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول ایک دن یعنی سولہ میل کا ہے اور بین السطور میں لکھا ہے کہ دوسرا قول دو دن کا ہے یعنی بتیس میل کا اور اس سے قبل لکھا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول ڈھائی دن سے اوپر کا ہے (ص ۱۲۴) امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی ایک دن کی طرف معلوم ہوتا ہے (صفحہ ۱۴۷)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف نے ایک روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بھی پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمای اے اہل مکہ چار برید یعنی مکہ سے عسفان تک کی مسافت سے کم پر قصر نہ کرو (معجم کبیر طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۷) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند عبدالوہاب کی وجہ سے ضعیف ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۶، التلخیص الجبیر ج ۱ ص ۱۲۹)۔

مصنف اپنی کتاب کے ص ۲۲۷ پر رقمطراز ہیں:

"چنانچہ ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں: مسافر اس کو کہتے ہیں جو اپنے وطن سے نکل کر کسی دوسری بستی کو جائے اس کی کم از کم حد بحکم حدیث شریف تین میل ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۳۰)۔

مصنف کو غلطی لگی ہے۔ یہ فتویٰ دراصل مولانا ابو سعیدؒ دہلوی صاحب کا ہے۔ اور فتاویٰ ثنایہ ج ۱ ص ۴۶۲ میں انہی مولانا کا ایک فتوی ۴۸ کے حق میں بھی مرقوم ہے جس کا حوالہ شیخ محمد الیاس فیصل صاحب حنفی نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ جب کہ فاتح قادیان ابوالوفاء جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا فتویٰ یہ ہے کہ سفر کی تعیین نہیں آئی۔ عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر کہتے ہیں وہی سفر ہے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۰)۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ قصر صلوٰۃ کے لئے نبی ﷺ سے کوئی تحدید ثابت نہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ تین میل یا تین فرسخ (یعنی ۹ میل راوی کو شک ہے) کا سفر فرماتے تو دو رکعت پڑھتے (مسلم ص ۲۴۲) اسی طرح حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپؐ نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھائی (بخاری ص ۱۴۷) حالانکہ اس میں مکہ مکرمہ کے حجاج بھی شامل تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں نبی ﷺ سے ایک فرسخ یعنی تین میل تک کے سفر پر بھی قصر پڑھنے کا ذکر ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدت سفر

نمبر ۶۴ صفحہ ۲۲۳

مصنف نے باب یوں باندھا ہے مسافر جب تک کسی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کرے گا۔ اور اس کو ثابت کرنے کے لئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بیان کیا ہے کہ وہ پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ ارادہ فرما لیتے تو چار رکعت ادا کرتے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۵)۔

فتاوی ثنائیہ ج ۱ ص ۶۰۱ سے فاتح قادیان ابو الوفاء مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ سے تین روز کا فتویٰ نقل کر کے لکھتے ہیں کہ غیر مقلدین کے نزدیک چار دن کی اقامت کی نیت سے قصر ختم ہو جاتا ہے۔ گویا مصنف کے نزدیک یہ صرف غیر مقلدین کا مسلک ہے۔ اگر مصنف کی بے خبری کا یہی عالم تھا تو کیا کسی حکیم نے بتلایا تھا کہ ۹۱۲ صفحات کی کتاب ضرور لکھنی ہے۔ میرے بھائی! ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے (ترمذی ص ۳۸۵)۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس کے مطابق نبی ﷺ نے مہاجرین مکہ سے فرمایا تھا کہ مکہ میں تین روز سے زیادہ قیام نہ کریں (صحاح ستہ)۔

اور یہ استدلال اسی طرز کا ہے جیسے حنفیہ تین روز کی مسافت کے لئے موزوں یا محرم والی روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ اس بندہ عاجز کے نزدیک نہ پندرہ روز کی بات درست ہے نہ تین روز کی۔ کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ میں) انیس دن قیام فرمایا اور قصر فرماتے رہے پس ہمارا بھی یہی معمول ہے (بخاری ص ۱۴۷) چنانچہ امام اسحٰق رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے (ترمذی ص ۳۸۵)۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتاوی ثنائیہ کے محشی مولانا ابو سعیدؒ شرف الدین صاحب دہلوی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے (ج ۱ صفحہ ۶۰۱)۔

اب تھوڑی سی گفتگو مصنف کے باب پر بھی ہو جائے۔ مصنف نے جو باب باندھا ہے اور اس کی تائید میں جو اقوال و آثار نقل کیے ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ قصر کرنی ہو تو پندرہ دن اقامت کی نیت نہ کرے۔ یعنی پندرہ دن سے کم کی نیت کرے تب قصر کرے گا مگر ہدایہ میں لکھا ہے مسافر جب پندرہ دن اقامت کی نیت کر لے تو قصر کرے (ص ۱۲۶) یہ سارا باب ہی ضائع ہو گیا۔

سفر میں قصر

نمبر ۵۶ صفحہ ۷۲۶

نبی ﷺ سے سفر میں پوری نماز پڑھنا ثابت نہیں اس لئے قصر کرنا ہی صحیح ہے۔ دار قطنی میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت آتی ہے کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ عمرہ رمضان کے سفر میں روزہ بھی رکھتی رہی اور نماز بھی پوری پڑھتی رہی۔ دار قطنی ہی میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ سفر میں قصر بھی کر لیتے، پوری بھی پڑھ لیتے روزہ بھی رکھ لیتے اور چھوڑ بھی دیتے۔ اول الذکر روایت کی سند کو دار قطنی نے حسن اور دوسری روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔ یہ دونوں روایتیں منتقی الاخبار میں بھی ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ نے زوردار طریقے سے ان کا ناقابل استدلال ہونا ثابت کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ کا بھی حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے ان روایتوں کو جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۱۶) حنفیہ قصر کو واجب سمجھتے ہیں۔ بعض لوگوں نے سفر میں افطار کی طرح قصر کو بھی رخصت پر محمول کیا ہے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہؓ اور سیدنا عثمانؓ سے سفر میں پوری نماز کا ثبوت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتا ہے (بخاری ص ۱۴۸) ہدایہ میں امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک لکھا ہے (ص ۱۲۴) بلکہ اس کے بین السطور تحریر ہے کہ ایک روایت کے مطابق امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ لہٰذا اگر بعض "غیر مقلدین" نے بھی ایسا فتویٰ دے دیا ہے تو یہ اچنبھی بات نہیں ہے۔ کتنی جرأت ہے کہ ہم پر غصہ نکالنے کے لئے مصنف نے نامعتبر حوالوں سے قصر کی سنت پر عمل نہ کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ درج کر دیا ہے۔ یہ نہ دیکھا کہ اسکی زد میں کون کون آسکتا ہے۔ ادب والے جو ہوئے۔

سفر میں سنتیں

نمبر ۶۶ ص ۳۷۷

اس باب میں اصل قابل غور مسئلہ صرف اتنا ہے کہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سفر میں دیگر سنن راتبہ کا کیا حکم ہے۔ مصنف نے ادھر ادھر سے غیر متعلق مواد اکٹھا کر کے کہہ دیا ہے کہ غیر مقلدین اس بات کے قائل ہیں کہ دوران سفر میں سنتیں معاف ہیں۔ وزنی دلیل صرف یہ دی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو سفر میں ظہر اور مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا (ترمذی ص ۳۸۶) مگر یہی ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جن سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ زندگی گزاری ہے میں نے آپ ﷺ کو ابو بکر کو، عمر کو اور عثمان رضی اللہ عنہم کو الغرض کسی بھی سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ پڑھتے نہیں دیکھا (بخاری ص ۱۴۹۔ مسلم ص ۲۴۲) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں نے سنتیں پڑھنی ہوتیں تو فرض ہی نہ پورے پڑھ لیتا (مسلم ص ۲۴۲) اس بحث سے معلوم ہوا کہ کوئی پڑھ لے تو جائز ہے۔ ان پر خواہ مخواہ زور دے کر اختلافی مسائل کی فہرست میں اضافہ نہیں کرنا چاہیئے۔ حنفیہ کی عجیب روش ہے ان کے نزدیک جو شخص سفر میں فرض پورے پڑھ لے وہ کافر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتا ہے اور اگر سنتیں چھوڑ دے تو غیر مقلد ہو جاتا ہے۔

بستیوں میں جمعہ

نمبر ۶۷ ص ۴۸۷

اس باب کے تحت مصنف نے جو کچھ بیان کیا ہے بہتر تھا کہ ہمیں سنانے کی بجائے وہ اپنے ہی بھائیوں کو سناتے کیونکہ یہی زیادہ اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ کوئی گاؤں ایسا نہیں ہے جہاں ان کی جامع مسجد نہ ہو۔ مصنف نے بستیوں میں جمعہ کی ادائیگی کے خلاف جو دلائل رقم فرمائے ہیں بالکل موہوم قسم کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں ہجرت کے وقت نبی ﷺ نے قبا میں دس رات سے زیادہ قیام فرمایا (عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔ بخاری ص ۵۵۵) مگر جمعہ نہیں پڑھا"۔

اول تو اس میں اختلاف ہے کہ آپ ﷺ قبا میں کتنے روز ٹھہرے۔ چار دن اور تین دن کی روایتیں بھی موجود ہیں (بحوالہ فتح الباری ج ۷ ص ۲۴۴) بالفرض آپ زیادہ روز ٹھہرے ہوں تو پھر یہ کہنا کہ وہاں آپ ﷺ نے جمعہ نہیں پڑھا نری زبردستی ہے۔ کسی حدیث میں اس نفی کا ذکر نہیں ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کا واقعہ بیان کیا ہے (مسلم ۳۹۷) اور امام بیہقیؒ کی معرفۃ السنن والآثار ج ۴ ص ۳۲۴ کے حوالے سے دعویٰ کیا ہے کہ یوم عرفات جمعہ کے روز تھا اور آپ ﷺ نے ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی یعنی جمعہ نہیں پڑھا"۔ اصل حدیث میں جمعہ کا کوئی ذکر نہیں اور یہ حوالہ غیر معتبر ہے۔ اگر بالفرض جمعہ کا دن تھا تو مصنف کو تسلیم ہے کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ نیز اہل علم جانتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ سب مقامات میں نماز قصر پڑھی تھی اور مصنف کو یہ بھی تسلیم ہے کہ ان نمازیوں میں اہل مکہ بھی شامل تھے اور کسی بھی روایت میں یہ ذکر نہیں کہ اہل مکہ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں اٹھ کر اپنی نماز پوری کی ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حنفیہ کا ۴۸ میل کی قید لگانا مہمل بات ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مقامات حج جتنے فاصلے پر ہیں اگر قصر نماز کے لئے اتنی مسافت کافی نہیں تو پھر اہل مکہ نے اگر جمعہ نہیں پڑھا تھا تو انہوں نے نماز بھی تو پوری نہیں پڑھی تھی تو ان کے اصول کے مطابق کیا پھر مقیم کو نماز بھی پوری نہیں پڑھنی چاہیئے۔

نیز بات یہ ہے اگر واقعی اس روز جمعہ تھا تو ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے حج کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھا ہو۔ یعنی حج کو جمعہ کا نعم البدل تصور کر لیا گیا ہو۔ ٹھیک جیسے جمعہ ظہر کا نعم البدل ہوتا ہے اب اگر جمعہ کے دن ظہر نہیں پڑھی جاتی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے معاف ہو گئی۔

مصنف نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ لوگ مضافات سے باری باری جمعہ پڑھنے آتے تھے (بخاری ص ۱۲۳) سوال یہ ہے کہ نبی ﷺ کی حیات طیبہ میں قریب آبادیوں میں الگ جمعہ شروع کرنے کی بھلا کس کو جرأت ہو سکتی تھی؟

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ وہ بصرہ سے چھ میل دور موضع زاویہ میں کبھی جمعہ پڑھتے کبھی نہ پڑھتے (بخاری ج ص ۱۲۳)

ممکن ہے ابھی وہاں آبادی نہ ہو یا جمعہ کا خاص بندوبست نہ ہو یا اور بھی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ یہ روایت عدم جواز پر دلیل نہیں جو کہ حنفی مسلک ہے اگر بستی میں جمعہ جائز نہ ہوتا تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ کبھی بھی کیوں پڑھتے؟

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ مسجد نبوی ﷺ کے بعد پہلا جمعہ جو پڑھا گیا وہ موضع جواثی کی مسجد میں تھا جو بحرین کے علاقے میں ہے (بخاری ص ۱۲۲) اس سے استدلال کیا ہے کہ ہجرت کے آٹھ سال بعد اسلام میں دوسرا جمعہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوا ہے۔ جبکہ اس دوران میں کئی بستیاں فتح ہو چکی تھیں۔ گذارش ہے کہ یہ بات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی معلومات کے مطابق کہی ہے۔ عین ممکن ہے بعض مقامات پر جمعہ قائم ہو چکا ہو جس کا انہیں علم نہ ہو۔ اس قسم کے استدلالات کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ سارے انتظامات ایک دم شروع نہیں ہوئے بتدریج شروع ہوئے ہیں۔ عام طور پر لوگ دور دراز سے نبی ﷺ کے پیچھے جمعہ پڑھنے آتے تھے جو نہیں پہنچ سکتے تھے تو یہ ان کی مجبوری تھی۔ مسئلہ بھی یہی ہے الجمعۃ علی من سمع النداء (عن عبداللہ بن عمروؓ۔ ابوداؤد ص ۴۰۹) جمعہ اس پر واجب ہے جو اذان سنے۔ بلکہ یہی مسئلہ مسجد میں عام باجماعت نماز کے بارے میں بھی ہے (مسلم ص ۲۳۲) تو کیا خیال ہے اب جماعت کا وجوب بھی ختم ہو جائے گا۔ اصل میں دیکھنا تو یہ ہے کہ بذاتِ خود نبی ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الجمعة حق واجب علي كل مسلم في جماعته الا على اربعة عبد مملوك او امرأة او صبي او مريض (عن طارق بن شهابؓ. ابوداؤد ص ۴۱۲)

غلام، عورت، بچے اور بیمار کے سوا ہر مسلمان پر باجماعت جمعہ پڑھنا حق اور واجب ہے

ایک روایت میں مسافر کا ذکر بھی ہے (عن جابر دار قطنی ج ۲ ص ۳)۔

آپ نے گاؤں کے باشندے کو جمعہ سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جمعہ کے لئے جماعت کی شرط ثابت کرنے کے لئے طارق بن شہابؓ والی روایت کا ذکر محترم مصنف نے بھی کیا ہے (ص ۶۹۷) مگر مختصر کیا ہے شاید اس لئے کہ قارئین کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ جمعہ سے مستثنیٰ کون کون ہیں۔ پھر آگے ایک اور حدیث بیان کی ہے:

الجمعة واجبة على كل قرية و ان لم يكن فيها الا اربعة يعني بالقرى المدائن (عن ام عبداللہ الدوسیۃ دار قطنی ج ۲ ص ۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمعہ ہر بستی پر واجب ہے اگر چہ اس میں صرف چار آدمی ہی کیوں نہ ہوں اور بستی سے مراد شہر ہے۔ جمعہ میں چار آدمیوں کی شرط ثابت کرنے کے لئے یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔ مگر اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ کسی گاؤں میں خواہ چار آدمی بھی کیوں نہ رہتے ہوں وہاں بھی جمعہ واجب ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ جمعہ میں چار کی شرکت ضروری ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے الاثنان فما فوقھما جماعۃ (عن ابی موسیٰ اشعریؓ۔ ابن ماجہ ص ۶۹)۔ یعنی دو بھی جماعت ہیں۔

اس روایت میں چونکہ لفظ قریہ کا استعمال ہوا ہے جو مصنف کے لئے خطرے کا الارم ہے تو انہیں دار قطنی میں مطلب کی تشریح مل گئی ہے کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہاں قریہ سے مراد شہر ہے مصنف کی اس حرکت سے ذرا آپ بھی لطف اٹھائیے کہ محترم نے ترجمہ کرتے وقت ڈر کے مارے قریہ کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔ قریہ کا معنی قریہ ہی لکھ دیا تاکہ سارا مزا کرکرا نہ ہو جائے۔ میرے بھائی کم از کم اس کا ترجمہ تو کر دیتے تاویل تو بعد کی بات ہے جس سے آپ کو کوئی نہیں روک سکتا۔ حالانکہ خود مصنف عنوان میں قریٰ کا ترجمہ گاؤں دیہات کر چکے ہیں۔ نیز یہ بھی عرض کر دوں کہ اس حدیث کو بیان کر کے فوراً امام دار قطنی رحمہ اللہ نے آگے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اس کے ضعیف ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ کوئی ایسا شہر ممکن نہیں جس میں صرف چار آدمی رہتے ہوں۔ یہ تو کوئی معمولی سا گاؤں ہی ہو سکتا ہے۔ حنفیہ کا اصطلاحی شہر ہرگز نہیں۔

مصنف کی ایک اور چالاکی ملاحظہ ہو۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث کے ترجمہ میں جواثی کو شہر جواثی لکھا ہے حالانکہ یہ شہر نہیں گاؤں تھا۔ ابوداؤد میں بھی یہ روایت موجود ہے جس میں جواثی کے آگے لکھا ہے:

قرية من قرى البحرين قال عثمان قرية من قرى عبد القيس .

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بحرین کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی۔ عثمان کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ قبیلہ عبد القیس کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی (ج ا ص ۴۱۳)۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث باب الجمعه فی قری والمدن کے تحت بیان کی ہے یعنی گاؤں اور شہروں میں جمعہ کا بیان۔ حافظ ابن حجرؒ، ابوداؤد والی روایت کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ جواثی گاؤں تھا تبھی باب سے مناسبت قائم ہوئی ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۰) مصنف کی قابلیت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ بستیوں میں جمعہ قائم کرنے کی جو ہماری دلیل تھی تاویل کر کے اسے اپنے حق میں استعمال فرما گئے یعنی اسطرف قارئین کا ذہن ہی نہ جانے دیا کہ جواثی ایک گاؤں تھا جس میں جمعہ شروع کیا گیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بحرین کو لکھا کہ تم جہاں کہیں ہو جمعہ قائم کرو (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۲)۔ اسی طرح لیث بن سعد سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ ہر شہر اور گاؤں میں جمعہ جاری ہونا چاہیئے کیونکہ مصر اور اس کے مضافات میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم سے وہاں جمع ہوتے تھے (بحوالہ بیہقی)۔

نیز لکھا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آبادیوں میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تھے اور معترض نہیں ہوتے تھے۔ بحوالہ عبدالرزاق (فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۰)۔

سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے ھزم النبیت حرہ میں جمعہ پڑھانا شروع کیا (عن کعب بن مالک۔ ابوداؤد ص ۴۱۴) علامہ عینیؒ حنفی فرماتے ہیں یہ جگہ مدینہ سے ایک میل دور تھی (بحوالہ عون المعبود)۔

مصنف نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا ہے کہ جمعہ شریف اور عیدین صرف بڑے شہر میں جائز ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۰۱) صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایہ نے اس قول کو نبی ﷺ کی طرف منسوب فرمایا ہے (۱۲۷) پہلے تو حنفیہ کو آپس میں طے کرنا چاہیئے کہ یہ قول علی رضی اللہ عنہ کا ہے یا حدیث نبوی ﷺ ہے۔ اندازہ فرمایئے کہ حنفیہ کے اکابر اپنے مسلک کو پکا کرنے کے لئے نبی ﷺ کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ جب انکے اکابر کا یہ حال ہے تو انکے اصاغر سے کب خیر کی توقع ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان سے دین کو بچا کر رکھے۔ بالفرض یہ قول ثابت ہو تو بہر حال قول ہی ہے حدیث تو نہیں ہے۔ پیغمبر ﷺ کی حدیث اور مسلسل تعامل امت کے مقابلے میں اس قول کی حقیقت ہی کیا ہے؟۔

شرائط جمعہ

نمبر ۶۸ ص ۷۶۴

اس باب میں مصنف نے مختلف اقوال سے جمعہ کی کچھ مزید شرائط ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے مثلاً یہ کہ بڑا شہر ہو امیر یا اس کا نائب ہو جسے امیر کی طرف سے اقامت جمعہ کی اجازت ہو امام سمیت کم از کم چار افراد ہوں وغیرہ۔

ماشاءاللہ مصنف نے بہت قوی اور مضبوط دلائل دیے ہیں میں ان کی بھرپور تائید کرتا ہوں ان زبردست دلائل کی روشنی میں احناف کو چاہیئے کہ اپنے تمام جمعے فوراً سے پیشتر بند کرادیں جتنا گناہ ہو چکا ہے اس کی معافی مانگیں دیہات میں بھی بند کرادیں کیونکہ دیہات میں تو جمعہ بالکل جائز نہیں پاک و ہند کے تمام شہروں میں بھی بند کرادیں کیونکہ مذکورہ شرائط ان شہروں پر بھی پوری نہیں اترتیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو سکون کے ساتھ اہل حدیث مساجد میں خالصتاً کتاب و سنت کی تعلیمات سننے کا موقع ملے گا شخصیت پرستی ختم ہو جائے گی قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں سننے کو ملیں گی فرقہ واریت سے جان چھوٹ جائے گی شرک و بدعت سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجات مل جائے گی اختلافات ختم ہو جائیں گے اور پھر احناف کو حدیث اور اہل حدیث کے خلاف ۱۰ ٹی موٹی کتابیں لکھنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی یقین جانئے بر صغیر پاک و ہند میں جہاں جہاں بھی احناف نے جمعہ رائج کر رکھا ہے بلکہ عورتوں کو بھی مسجدوں میں آنے کی اجازت دے دی ہے تو یہ سب ان کے مسلک کے بر خلاف ہے اور یہ ضرورت اسلئے ہے تاکہ قرآن و سنت کی صحیح تعبیر کے خلاف بند باندھا جا سکے مگر پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

وقت جمعہ

نمبر ۶۹ ص ۷۸۱

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے بحمد اللہ اہل حدیث کا مسلک اور عمل بھی وہی ہے جو مصنف نے بیان کیا ہے کیونکہ یہ صحیح احادیث کے مطابق ہے مصنف نے کچھ نوابی حوالے غیر مقلدین کے کھاتے میں ڈال کر انہیں بدنام کرنے کی کوشش فرمائی ہے تاہم محترم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قبل از زوال جمعہ جائز ہونے کا مسلک صرف نواب صاحبان کا نہیں امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ اسحٰق بن راہویہ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا بھی ہے (بحوالہ عون المعبود (ج ۱ ص ۴۲۲) اور امام مالکؒ بھی کم از کم خطبہ جمعہ تو قبل از زوال جائز سمجھتے ہیں (سبل السلام ج ۲ ص ۴۶) بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کے مطابق خلفائے راشدینؓ اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدنا معاویہؓ سب قبل از زوال ہی جمعہ پڑھاتے تھے (ج ۲ ص ۱۰۷) یہ وہ کتاب ہے جس کے حوالہ جات سے مصنف محترم کی کتاب بھری پڑی ہے۔

جمعہ کی دو اذانیں

نمبر ۷۰ ص ۷۸۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفی مساجد میں جمعہ کی دو اذانیں ہوتی ہیں بعض اہل حدیث بھی اس پر عمل کرتے ہیں مصنف نے خود یہ حدیث درج فرمائی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے زمانے میں ایک ہی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام صاحب منبر پر بیٹھتے تھے سیدنا عثمانؓ کے زمانہ میں جب لوگ زیادہ ہو گئے تو انہوں نے دوسری اذان کا حکم دیا جو زوراء (بازار) میں دی جاتی تھی (عن سائب بن یزیدؓ بخاری ص ۱۲۴) مصنف نے تائید میں یہ بھی لکھا ہے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ (عن عرباض بن ساریہؓ ترمذی ج ۳ ص ۳۷۸) کہتے ہیں یہ اذان چونکہ خلیفہ راشد سیدنا عثمان غنیؓ کے حکم سے جاری ہوئی اس لئے یہ ان کی سنت ہے نیز لکھا ہے صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا مصنف نے گویا یہ ثابت کیا ہے کہ خلفاء راشدین کی بات بالفرض سنت نبوی ﷺ سے ہٹ کر بھی ہو تو تب بھی اسے سنت سمجھ کر لازم پکڑنا چاہیئے نبی ﷺ کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا آپ ﷺ کا مقصد فقط یہ تھا کہ خلفاء راشدین میرے نقش قدم پر چلنے والے ہوں گے اور ان کا طریقہ وہی ہوگا جو میرا ہوگا اگر کہیں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول.

پس اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔

مصنف نے دو اذانوں پر اجماع صحابہ کی بات کی ہے میں پوچھتا ہوں نہ صرف عہد نبوی میں بلکہ سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایک اذان ہوتی تھی تو کیا اس پر سیدنا عثمانؓ سمیت کسی صحابی نے اعتراض کیا تھا کیا یہ اجماع صحابہ نہیں تھا کیا اس اجماع کی اہمیت بعد والے "اجماع" سے کم ہے کیا دوسرے اجماع نے پہلے اجماع کو منسوخ کر دیا ہے سیدنا عثمانؓ کا مقام بہت بلند ہے لیکن پہلے دو خلفاء کا مقام بھی تو کچھ کم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ مصنف نے خلفاء راشدین کی پیروی کا ذکر کیا ہے تو کیا پہلے دو خلفاء راشد نہیں تھے کیا مصنف کی نظر سے یہ حدیث نہیں گزری۔

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ (عن حذیفہؓ ترمذی کتاب المناقب ج ٤ ص ٣١٠)

"میرے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا"۔

معلوم ہوا یہ دو خلفاء ترجیحاً زیادہ پیروی کے لائق ہیں حضرت عمرؓ کے بارے میں تو نبی ﷺ نے فرمایا ہے "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ (عن عقبہ بن عامرؓ ترمذی ج ۴ ص ۳۱۵)

مصنف نے یہاں تو سیدنا عثمانؓ کا حوالہ دے دیا ہے کہ دوسری اذان ان کی سنت ہے لہذا اسے لازم پکڑنا چاہیئے مگر قصر کے باب میں ان کا حوالہ نہیں دیا کہ وہ سفر میں پوری نماز پڑھ لیتے تھے (بخاری ص ۱۴۸) بلکہ وہاں سیدنا ابن عمرؓ کے حوالہ سے حدیث بھی لکھی ہے اور قول بھی لکھا ہے کہ سفر کی نماز دو رکعت ہے جس نے اس سنت کو چھوڑا تحقیق اس نے کفر کیا (عمدۃ القاری ج ۷ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۴)

پالن حقانی صاحب نے بھی ہمیں اپنی کتاب میں بار بار خلفائے راشدین سے اختلاف کرنے کا الزام دیا ہے میں پوچھتا ہوں اب کدھر گئی ان کی پیروی خلفائے راشدین؟

جہاں تک اعتراض کا تعلق ہے تو سیدنا ابن عمرؓ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس اذان کو بدعت کہا ہے (مصنف ابن ابن شیبہ ج ۲ ص ۱۴۰)

نیز معلوم ہونا چاہیے کہ سیدنا عثمانؓ نے ضرورت کے تحت پہلی اذان شروع کرائی تھی اگر آج بھی کہیں واقعی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں اس مسئلہ میں خلیفہ ثالث کی پیروی کا یہی صحیح طریقہ ہے بلا ضرورت اور بلا وجہ جمعہ کی دو اذانیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عثمانؓ کی سنت نہیں ہیں۔

حنفیہ دونوں اذانیں مسجد میں دیتے ہیں حالانکہ سیدنا عثمانؓ نے پہلی اذان بازار میں دلوائی تھی (بخاری ص ۱۲۴) اور فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے کوئی بھی اذان مسجد کے اندر دینی جائز نہیں۔ (ج ۱ ص ۵۵) مصنف نے عنوان میں الاذانین تحریر فرمایا ہے۔ اسکی اعرابی حالت میری سمجھ میں نہیں آئی۔

جمعہ کی اذان منبر کے پاس اور خطبہ عربی زبان میں

نمبر ۱۷ ص ۹۰

مصنف نے اس باب میں دو عنوان قائم کئے ہیں مگر ۱۷ صفحات سیاہ کرنے کے باوجود ان بردو کے لئے ایک دلیل بھی نہیں دے سکے فرماتے ہیں جب امام منبر پر بیٹھے تو مؤذن منبر کے پاس امام کے سامنے اذان دے۔ کیونکہ سیدنا بلالؓ ایسے ہی کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ایک سے ظاہر ہے یہ دعوی بالکل غلط ہے ایسا کسی بھی حدیث سے ظاہر نہیں ہے سیدنا سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ منبر پر تشریف رکھتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان کہی جاتی۔ اسی طرح سیدنا ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں بھی (ابو داؤد ج ۲ ص ۴۲۴) ملا علی قاری حنفی امام مالکؒ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ اذان نبی ﷺ کے آگے نہیں بلکہ منارے (چبوترے) پر ہوتی تھی (مرقاۃ بحوالہ عون المعبود) کیونکہ یہ اذان امام کو سنانے کے لئے نہیں بلکہ اہل شہر کو سنانے کے لئے ہوتی ہے اب تو خیر لاؤڈ سپیکر کا زمانہ ہے لہذا حنفی مسلک پر عمل آسان ہو گیا ہے ویسے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

محمد پالن حقانی صاحب نے مدرسہ امینیہ دہلی حنفی کا یہ فتوی نقل فرمایا کہ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہونی چاہیئے منبر کے پاس ہو یا ایک دو صفوں کے بعد یا ساری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفوں کے بعد مسجد میں ہو یا باہر ہر طرح جائز ہے (قرآن وحدیث ومسلک اہل حدیث ص ۱۳۴)

دوسرا مسئلہ خطبہ میں عربی زبان بولنے کا ہے مصنف محترم کو غیر مقلدین سے شکوہ ہے کہ یہ غیر عربی زبان میں خطبہ دینا جائز سمجھتے ہیں جب کہ نبی ﷺ اور صحابہ و تابعین سے غیر عربی زبان میں خطبہ دینا ثابت نہیں۔

مصنف نے خطبہ کے دس اجزاء بیان فرمائے ہیں پانچواں نمبر وعظ و نصیحت کرنا لکھا ہے پھر نہ جانے یہ کس طرح لکھ دیا ہے کہ خطبہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ ہے وعظ و نصیحت اس کے مقاصد اصلیہ میں داخل نہیں شاید اس لئے لکھا ہے کہ وعظ و نصیحت تو اسی زبان میں ہو سکتی ہے جسے حاضرین سمجھتے ہوں ورنہ تو پھر زبان یار من ترکی و من ترکی نمے دانم والا معاملہ ہو جاتا ہے مگر چونکہ یہ ان کا مذہب نہیں تھا اس لئے وعظ و نصیحت کو مقاصد اصلیہ سے خارج کر دیا سوال یہ ہے کہ پھر اسے شامل کیا ہی کیوں تھا میرے بھائی خطبہ کے معنی ہی خطاب اور تقریر کرنے کے ہیں ورنہ تو پھر خطبہ اور خطبہ میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے نبی ﷺ کے متعلق آتا ہے ویذکر الناس (عن جابر بن سمرہؓ مسلم ص ۲۸۳) آپ خطبہ جمعہ میں وعظ و نصیحت بھی فرماتے۔ نیز مروی ہے کہ دوران جمعہ میں آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی غضب شدید ہو جاتا ایسے محسوس ہوتا جیسے آپ کسی لشکر کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دے رہے ہوں (عن جابر مسلم ص ۳۸۳) لہذا وعظ و نصیحت کو مقاصد اصلیہ میں سے شمار نہ کرنا بڑی جرأت ہے عید کے خطبہ میں بھی حنفیہ کا یہی افسوسناک مسلک ہے حالانکہ عید کے خطبہ کے بارے میں بھی آتا کہ نبی ﷺ وعظ و نصیحت فرماتے امر بالمعروف فرماتے کسی لشکر کی روانگی کا حکم دیتے یا اور کوئی احکامات جاری فرماتے (عن ابی سعید خدریؓ بخاری ص ۱۳۱ مسلم ص ۲۹۰) نبی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ نے اگر غیر عربی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وعظ و نصیحت نہیں فرمائی تو اس وجہ سے کہ ان کی زبان عربی تھی اور مخاطب بھی عام طور پر عرب تھے اگر ان کے سامنے کوئی اور زبان بولی جاتی تو یہ سوال پیدا ہوتا۔ء اعجمی و عربی (حم السجدۃ)

یقیناً کوئی ایسی حدیث نہیں کہ نبی ﷺ نے خطبہ جمعہ میں غیر عربی زبان استعمال کرنے کی ممانعت فرمائی ہو بلکہ احناف کے علی الرغم نبی ﷺ اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اثنائے خطبہ میں اسی زبان میں گفتگو کرنی چاہیئے جسے حاضرین سمجھتے ہوں ان کی زبان عربی تھی وہ عربی بولتے تھے ہماری زبان اردو ہے یا جو بھی علاقائی بولی ہے ہمیں اس میں کلام کرنا چاہیئے لہذا یہی سنت طریقہ ہے جہاں تک حمد و صلوۃ وغیرہ کا تعلق ہے یعنی جسے ہم خطبہ مسنونہ کہتے ہیں یہ بے شک عربی زبان میں ہونا چاہیئے جن علماء نے خطبہ کے عربی ہونے پر زور دیا ہے در حقیقت ان کا مقصد بھی یہی ہوگا باقی جہاں تک وعظ و نصیحت کا تعلق ہے اسے عجمیوں کے سامنے عربی کا پابند بنا دینا شریعت کے منشاء کے خلاف ہے میں حنفیہ سے ایک سوال کرتا ہوں یہ ہمارے خطبوں کو غیر شرعی بتلاتے ہیں کیا ان کے اپنے خطبے شرعی ہیں؟ خطبہ مسنونہ کے علاوہ یہ عربی زبان میں جس قسم کے رٹے رٹائے الفاظ بولتے ہیں اور ایک ایک کا نام لے کر جس قسم کے مستقل اضافے انھوں نے فرما رکھے ہیں کیا ان کی کوئی شرعی حیثیت اور ثبوت ہے؟

نیز یہ لوگ اپنے آپ کو ہمارے امام ابو حنیفہ (غیر مقلد) رحمتہ اللہ علیہ کا مقلد گردانتے ہیں امام صاحب کے نزدیک تو خطبہ تشہد اذان اور نماز سب کچھ فارسی زبان میں بغیر کسی مجبوری کے جائز ہے (ہدایہ ص ۶۹، ۷۰) صاحب ہدایہ امام صاحب کے حق میں دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں قرآن پاک میں ہے وانہ لفی زبر الاولین (شعراء ۱۹۶) اور یہ قرآن پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں موجود تھا۔ اور ظاہر ہے کہ وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کتابوں میں عربی زبان میں نہیں تھا.....لہذا یہ (ان عبادات میں) فارسی کے سوا بھی ہر زبان میں جائز ہے اور یہی صحیح بات ہے کیونکہ اس کی دلیل قرآن کی آیت ہے جو ہم نے تلاوت کی۔ زبانوں کی تبدیلی سے معنی نہیں بدل جاتا (ص ۷۰) حاشیہ میں لکھا ہے قرآن کا مفہوم جس طرح فارسی میں ادا ہو جاتا ہے اسی طرح ترکی زبان میں بھی ادا ہو جاتا ہے (نماز میں) عربی الفاظ بولنا ضروری نہیں اس کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے **و انه لفی زبر الاولین.**

مصنف لکھتے ہیں جب قرآن و حدیث سے خطبہ کا ذکر اللہ ہونا ثابت ہوا تو جس طرح تعوذ، تسمیہ، تسبیح، تحمید، ثناء، التحیات وغیرہ ذکر اللہ ہیں اور بالاتفاق ان کے لئے عربی زبان استعمال ہوتی ہے غیر عربی کا تصور نہیں آتا ایسے ہی خطبہ جمعہ کے لئے عربی زبان کا ہونا ضروری ہوگا غیر عربی میں خطبہ درست نہ ہوگا۔ (ص ۹۹ ۷)

امام صاحب کا مسلک پڑھنے کے بعد مصنف کے اس بیان کی کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے اگر یہ لوگ امام صاحب کی تقلید نہیں کریں گے تو پھر کون کرے گا صاحب ہدایہ مزید فرماتے ہیں **ان الذکر یحصل بکل لسان** (ص ۷۰) ذکر ہر زبان میں حاصل ہو جاتا ہے۔

مصنف نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف رکھتے تو اس وقت سیدنا بلالؓ اذان دیتے (عن سائب بن یزیدؓ نسائی ص ۱۶۴) اور ایک یہ حدیث بھی بیان کی ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

فاذا خرج الامام طووا صحفهم و یستمون الذکر .(عن ابی هریرةؓ .بخاری ص ۱۲۷ مسلم ص ۲۸۲)

پس جب امام آجاتا ہے تو فرشتے اپنے (حاضری کے) دفتر لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال یہ ہے کیا حنفیہ کا یہی عمل ہے ان کے ائمہ صاحبان تو منبر پر بیٹھ کر پہلے پورا ایک گھنٹہ تقریر جھاڑتے ہیں اور تب کہیں جاکر مؤذن سے اذان دلواتے ہیں ان کی مساجد میں فرشتوں کو بھی عجیب پریشانی لاحق ہوتی ہوگی نقشہ کچھ یوں ملاحظہ فرمایئے امام صاحب کب کے تشریف لا چکے ہیں اور منبر پر براجمان ہیں اور وعظ و نصیحت فرمارہے ہیں فرشتوں کو بھی اندر آنے کی اجازت نہیں کیونکہ ابھی ذکر یعنی خطبہ شروع نہیں ہوا وہ امام صاحب کے آجانے اور منبر پر بیٹھ جانے کے باوجود دروازے پر (علی باب المسجد) منتظر ہیں کہ کب ذکر یعنی خطبہ شروع ہو تو انہیں رجسٹر حاضری لپیٹ کر اندر آنے کی اجازت ملے۔

حنفیہ کے خطبہ عید کا بھی یہی حال ہے حدیث شریف میں صریحاً موجود ہے کہ نبی ﷺ عید گاہ میں تشریف لاکر سب سے پہلے نماز عید ادا فرماتے پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر وعظ و نصیحت فرماتے اور احکام جاری فرماتے (عن ابی سعید خدریؓ بخاری ص ۱۳۱ مسلم ص ۲۹۰)

مگر حنیفہ نماز سے پہلے ہی تقریر شروع فرمادیتے ہیں اس خاکسار کو ان "اصلی" "اہل سنت" کے مذہب کی آج تک سمجھ نہیں آئی یہ اکثر کام غلط کرتے ہیں اور پھر بھی سچے اور معصوم ہی ہوتے ہیں اور تو اور ان کے نزدیک خطبہ بھی قبل از نماز عید جائز ہے گو مکروہ ہے (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۰)

اہل حدیث امام کے بارے میں ان کی لاعلمی ملاحظہ ہو فرماتے ہیں اذان ہوتی ہے تو وہ اٹھ کر اردو میں تقریر شروع کر دیتا ہے آدھ پون گھنٹہ تقریر کر کے بیٹھ جاتا ہے اور پھر کھڑے ہو کر عربی کا ایک ہی خطبہ پڑھ کر نیچے آجاتا ہے (ص ۸۰۴) یہ سراسر غلط بیانی ہے اہل حدیث خطباء پہلے خطبہ مسنونہ پڑھ کر تقریر شروع کرتے ہیں ذرا ان کی حرکت ملاحظہ فرمایئے، ہمارے دو خطبوں کا ایک خطبہ بنادیا اور خود عربی اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر عربی کا جھگڑا کھڑا کر کے جمعہ اور عیدین میں جو دو کے تین خطبے بنا دے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا۔

دوران خطبہ میں نماز اور گفتگو

نمبر ۲۷ ص ۸۰۶

اس باب میں اصل قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ خطبہ جمعہ کے دوران میں اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ دوران خطبہ میں دو نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں حنفیہ اسے جائز نہیں سمجھتے مصنف نے کتاب کو ضخیم بنانے کیلئے یا قارئین پر جعلی عکس ڈالنے کیلئے بہت سی غیر متعلق باتیں نقل کر دی ہیں بنیشہ بزلی والی روایت ضرور موضوع سے متعلق رکھتی ہے (مسند احمد ج ۴ ص ۵۳۴) مگر اس کی سند ضعیف ہے اسیطرح سیدنا ابن عمرؓ سے مرفوعا بیان کیا ہے کہ جب کوئی مسجد میں آئے اور امام منبر پر ہو تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے کوئی نماز اور کلام جائز نہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸۴)

حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو بحوالہ طبرانی بیان کر کے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس کی سند میں ایوب بن نہیک منکر الحدیث ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۳۰۹)

مصنف نے ایک اور مزید دلیل دی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ منبر پر خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے کہ عبداللہ بن صفوانؓ تشریف لائے انہوں نے آکر حجر اسود کو بوسہ اور پھر السلام علیکم یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر بیٹھ گئے اور سنتیں نہ پڑھیں (طحاوی ج ۱ ص ۲۵۴) میں نہیں سمجھ سکا کہ محترم نے یہ دلیل اپنے حق میں دی ہے یا مخالفت میں دعوی ان کا یہ ہے کہ دوران خطبہ میں نہ کلام جائز ہے نہ نماز صحابی مذکور دوران خطبہ میں خطیب کو مخاطب کر کے اتنی لمبی اور کڑک دار آواز میں سلام کر سکتے تھے تو کیا وہ خاموشی سے دو نفل نہیں پڑھ سکتے تھے حافظ ابن حجرؒ نے اس کا ٹھیک جواب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واجب نہیں (فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۱) ویسے اہل علم کے نزدیک طحاوی کا حوالہ کوئی معتبر شئے بھی نہیں صحیح احادیث سے تو شاید احناف کو چڑ ہے یہ کتاب نہ صرف اہل حدیث کے خلاف ہے بلکہ حقیقت میں حدیث ہی کے خلاف ہے ہم تو فقط حدیث کو ماننے کی وجہ سے نشانہ بنے ہوئے ہیں سیدنا جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک آدمی (سلیک غطفانیؓ) آیا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا نماز پڑھی ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں فرمایا اٹھو اور دو رکعت پڑھو (بخاری ص ۱۲۷ مسلم ص ۲۸۷) حنفیہ نے صحیحین کی اس حدیث پر تاویلوں کی بوچھاڑ کی ہے جن کا حافظ ابن حجرؒ نے شافی جواب دیا ہے حنفیہ نے اس حدیث کو مخصوص واقعہ قرار دینے کی بھی کوشش کی ہے حالانکہ صحیح مسلم کے اسی صفحہ پر مروی ہے کہ پھر نبی ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی دوران خطبہ جمعہ میں آئے تو اسے چاہیئے کہ دو مختصر رکعتیں پڑھے۔

حنفیہ کے نزدیک اہل سنت کا مفہوم شاید یہی ہے کہ سنت کی ڈٹ کر مخالفت کی جائے جیسے قدریہ ان کو کہتے ہیں جو تقدیر کے منکر ہوں اسی ایک مثال سے اندازہ فرمالیں نبی ﷺ نے فرمایا ہے خطبہ جمعہ کے دوران میں کوئی آئے تو دو رکعتیں پڑھ لے حنیفہ کہتے ہیں ہم نہیں پڑھیں گے نبی ﷺ نے فرمایا جب فرض نماز کھڑی ہو جائے تو پھر اس کے سوا کوئی نماز نہیں حنفیہ کہتے ہیں ہم اس حکم کو نہیں مانتے فجر کی جماعت ہو رہی ہو تو ہم سنتیں ضرور پڑھیں گے چاہے ایک رکعت نکل بھی جائے (ہدایہ ص ۱۱۱) بلکہ بعض احناف کے نزدیک بے شک دوسری رکعت کا بھی صرف قعدہ ہی ملے (نماز مسنون ص ۱۱۱)

معلوم ہوتا ہے انہوں نے حدیث کی خلاف ورزی کرنے کی قسم کھا رکھی ہے مصنف کے ہر مضمون کی تان اس بات پر ٹوٹتی ہے کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت مگر "اپنی منجھی پیٹھ ڈنگوری نہیں پھیرتے"۔

یاد رہے مصنف نے بعض ایسے دلائل بھی دیے ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ جو شخص پہلے مسجد میں موجود ہو اور نفل پڑھ چکا ہو وہ خطبہ شروع ہونے پر مزید نفل نہیں پڑھے گا یعنی آغاز خطبہ سے پہلے پہلے اسے نفلوں سے فارغ ہو جانا چاہیئے نووارد سے ان دلائل کا کوئی تعلق نہیں حدیث نبوی کے مطابق اثنائے خطبہ میں آنے والا شخص دو مختصر نفل پڑھے گا سلیک غطفانیؓ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ دوران خطبہ میں آتے تھے کیا احناف یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ نبی ﷺ انھیں سنتوں کے لئے الگ وقت دیتے تھے؟

مصنف کے بقول یہ صرف غیر مقلدین کا مسلک ہے حالانکہ امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی یہی مذہب ہے (ترمذی ص ۳۶۴) امام ترمذیؒ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے امام نوویؒ نے اسے حسن بصریؒ اور دیگر فقہاء و محدثین کا بھی مسلک قرار دیا ہے۔ (شرح مسلم ص ۲۸۷)

جمعہ کی سنتیں

نمبر ۳۷ ص ۸۲۳

اس باب میں مصنف نے جمعہ کی دس سنن مؤکدہ کا ذکر کیا ہے مگر کسی بھی صحیح یا ضعیف حدیث سے وہ دس کی تعداد پوری نہیں کر سکے حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ نبی ﷺ جمعہ سے پہلے اتنی رکعات پڑھتے تھے یا آپ ﷺ نے اتنی رکعات پڑھنے کا حکم دیا سوائے اس کے کہ آپ ﷺ نے فرمایا فصلی ما کتب لہ (عن سلمان فارسیؓ بخاری ص ۱۲۴) یعنی خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنے والا شخص جتنا مقدر ہو نماز پڑھے یا دوران خطبہ میں آنے والے کے متعلق فرمایا کہ دو مختصر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکعت پڑھے (عن جابر بن عبداللہؓ مسلم ص ۲۸۷) ہاں بعد کے بارے میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے چار رکعات پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا (عن ابی ہریرہؓ مسلم ص ۲۸۸) ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر تشریف لے جاتے اور دو رکعت پڑھتے (عن ابن عمرؓ بخاری ص ۱۲۸ مسلم ص ۲۸۸) ان احادیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جمعہ کے بعد چار بھی جائز ہیں اور دو بھی جائز ہیں مصنف لکھتے ہیں اغلب یہ ہے کہ یہ دو رکعات نبی ﷺ ان چار رکعتوں کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے جو آپ کا معمول تھیں۔ یعنی مصنف نے دونوں روایتوں کو ملا کر چھ بنا ڈالا۔ اور ہوشیاری یہ کی ہے کہ مسلم کی ایک وہ روایت تو نقل کر ڈالی جس میں نبی ﷺ کا جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے وہ روایت بیان نہیں کی جس کا میں نے حوالہ دیا ہے اور جس میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے البتہ گھر جا کر دو رکعت پڑھتے تھے اتنی واضح حدیث کے بعد چھ کا مفہوم کہاں سے پیدا ہو گیا البتہ سپدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار رکعت پڑھتے تھے (ابو داؤد ص ۴۳۹) نبی ﷺ سے جو تعداد مروی نہیں اسے ضد کر کے بیس تراویح کی طرح سنن مؤکدہ بنا دینا انصاف سے دور ہے۔

عید کے دن جمعہ کی فرضیت

نمبر ۴۷ ص ۸۳۲

مصنف نے جو عنوان قائم کیا ہے اس پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی جو بات ثابت کی ہے یعنی عید کے دن جمعہ کے جواز کی تو اس میں کسی کا اختلاف ہی نہیں اپنے مسلک کے حق میں محلی ابن حزم کا حوالہ بھی دیا ہے حالانکہ اگر کسی مسئلہ میں حافظ ابن حزمؒ اہل حدیثوں سے متفق ہوں تو یہ جھٹ انہیں ظاہریوں کے مقلد ہونے کا طعنہ دے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیتے ہیں۔اب یہ شاید خود بھی امام ابو حنیفہؒ کی تقلید سے دستبر دار ہو کر امام ابن حزمؒ کی بیعت ہو گئے ہیں سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ نے عید کے دن جمعہ نہ پڑھایا لوگوں نے اپنی اپنی نماز پڑھ لی۔اور سیدنا ابن عباسؓ سے اس چیز کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اصاب السنۃ یعنی ابن زبیرؓ نے سنت کے مطابق صحیح عمل کیا (ابو داؤد ص ۱۶۷) یہ صحیح روایت ہے چنانچہ امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ کا یہی مسلک ہے مزید تفصیل اور دلائل تی حی الصلوۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تکبیرات عیدین

نمبر ۵۷ ص ۸۴۳

حنفیہ نماز عید کی پہلی رکعت میں قبل از قرأت اور دوسری رکعت میں بعد از قرأت تین تین زائد تکبیریں کہنے کے قائل ہیں مصنف نے سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت بیان کی ہے کہ نبی ﷺ چار چار تکبیریں کہتے تھے جیسا کہ جنازہ میں کہتے تھے (ابو داؤد ص ۱۶۴) مگر اس کی سند میں صرف اتنے ہی راوی ضعیف ہیں جتنی تکبیروں کے یہ قائل ہیں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا قول پیش کیا ہے (مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۹۳) مگر اس میں ابو اسحٰق السبیعی مدلس ہے جو علقمہ اور اسود بن یزید سے عن کے ساتھ روایت کرتا ہے نبی ﷺ سے یہ ثابت نہیں۔اہل حدیث قبل از قرأت پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ یعنی کل بارہ زائد تکبیروں کے قائل ہیں

نبی ﷺ سے یہی ثابت ہے (عن عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ ابو داؤد ص ۱۶۴) سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے سیدنا ابو ہریرہؓ کی اقتداء میں اسی طریقے سے نماز عیدین ادا کی (موطا امام مالک ص ۶۳) مصنف نے اسے صرف غیر مقلدین کا مسلک ظاہر فرمایا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے حالانکہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اہل مدینہ کا یہی قول ہے نیز امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی یہی مسلک ہے (ص ۳۷۶) علاوہ ازیں یہ بے شمار صحابہ و تابعین کا بھی مذہب ہے (نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۱۷)

نماز جنازہ میں رفع یدین

نمبر ۶۷ ص ۸۵۷

حنفیہ تکبیرات عیدین میں رفع یدین کے قائل ہیں تکبیرات جنازہ میں سوائے تکبیر اولیٰ کے رفع یدین کے قائل نہیں ابھی بات عید کی تکبیروں کی ہو رہی تھی مصنف چھلانگ لگا کر ایک دم جنازہ میں پہنچ گئے جنازہ کی رفع یدین کا انکار کرنے سے پہلے مصنف کو تکبیرات عید کے رفع یدین کا ثبوت احادیث نبوی سے فراہم کرنا چاہیئے تھا اگر وہ ثابت ہے تو پھر جنازہ کا رفع یدین کے بالاولیٰ ثابت ہے گذشتہ باب میں تکبیرات عید کے متعلق سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ والی روایت کا ترجمہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ چار چار تکبیریں کہتے تھے جیسا کہ جنازہ میں کہتے تھے سوال یہ ہے کہ اگر عید کی تکبیریں جنازہ جیسی تھیں تو جب نماز جنازہ میں رفع یدین نہیں تو نماز عید میں رفع یدین کہاں سے آگیا مصنف نے دار قطنی ج ۲ ص ۷۵ سے سیدنا ابو ہریرہؓ اور ابن عباسؓ سے اپنے حق میں دو روائتیں نقل کی ہیں کاش دار قطنی ہی سے یہ محترم ابن عمرؓ کی روایت نقل کر دیتے جس میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے مگر دیانت داری کی بات یہ ہے کہ یہ موافق مخالف سب روایات ضعیف ہیں البتہ جز رفع یدین بخاری میں ابن عمرؓ نافع بن جبیرؒ مکحولؒ قیس بن ابی حازم عمر بن عبدالعزیزؒ وہب بن منبہ زہریؒ اور حسن بصریؒ کا یہی مسلک لکھا ہے کہ وہ جنازہ کی ہر تکبیر کیساتھ رفع یدین کرتے تھے۔ (ص ۳۳، ۳۴) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم صحابہ کا یہی مذہب ہے سیدنا ابن مبارکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی یہی قول ہے (ص ۱۶۵) شرح مسلم نووی میں بھی اسے بہت سے علماء و فقہاء کا مسلک بیان کیا گیا ہے (ص ۳۰۹) لہذا اگر غیر مقلدین نے اسے جائز یا مستحب لکھا ہے تو غلطی نہیں کی ہے۔

نماز جنازہ میں قرأت

نمبر ۷۷ ص ۸۶۱

حنفیہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو ممنوع سمجھتے ہیں مصنف نبی علیہ السلام سے منع کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے حیرانی کی بات ہے یہ اسے نماز بھی کہتے ہیں اور پھر اس میں فاتحہ پڑھنے کو جائز بھی نہیں سمجھتے حالانکہ نبی ﷺ کا مشہور ارشاد ہے کہ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں مصنف نے فاتحہ کے رد میں بہت قیل قال نقل کیا ہے اصل حدیث بھی بیان کی ہے مگر ماننے کے لئے نہیں بلکہ تاویل کرنے کے لئے اور رد کرنے کے لئے طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابن عباسؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ ﷺ نے بالجہر فاتحہ اور کوئی سورت پڑھی جسے ہم نے سنا فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو فرمایا یہ سنت اور حق ہے (نسائی ص ۲۲۸) مصنف تبصرہ فرماتے ہیں یہاں سنت سے مراد سنت مصطلحہ نہیں سنت لغویہ ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ آج مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں تو اس سے مراد نبی ﷺ کی سنت کو نہیں لغوی سنت کو ماننے والے ہوتے ہیں اس بات کی مزید تصدیق اس بات سے ہو گئی کہتے ہیں طلحہ بن عبداللہ کا آپ سے سوال کرنا بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک نئی اور عجیب بات تھی جو رواج کے بالکل خلاف تھی (ص ۸۷۳) ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ کا سنت ہونا اہمیت نہیں رکھتا بلکہ رواج ہونا اہمیت رکھتا ہے یہ بات میرے لئے ناقابل فہم ہے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنا بقول ان کے سنت مصطلحہ بھی نہیں اور رواج کے بھی برخلاف ہے تو ابن عباسؓ کا اسے سنت اور حق کہنا کیا معنی رکھتا ہے یہ لغوی سنت کس بلا کا نام ہے

مصنف کی ایک کارستانی ملاحظہ ہو عبداللہ بن عباسؓ والی روایت بخاری شریف میں بھی ہے (ص ۱۷۸) مگر اس کا حوالہ نہیں دیا ظاہر ہے اس کی وجہ یہی ہے تاکہ قارئین کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ فاتحہ کا ثبوت بخاری شریف میں بھی ہے بخاری شریف کے تو نام سے انہیں بخار چڑھ جاتا ہے۔ اور ان کا بلڈ پریشر نارمل نہیں رہتا۔

لکھتے ہیں کسی بھی صحیح حدیث سے نبی ﷺ کا نماز جنازہ میں قرات کرنا یا دوسروں کو حکم دینا ثابت نہیں نہ ہی خلفائے راشدین اور انتہائی متبع سنت صحابی سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے نماز جنازہ میں قرأت کرنا ثابت ہے سیدنا ابن عمرؓ کے سوا باقی یہ سارا بیان غلط بیانی پر مبنی ہے سیدنا ابن عباسؓ کا فاتحہ کو سنت اور حق کہنا دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا اس کے بعد بھی کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہاں لغوی سنیوں کی میں بات نہیں کرتا میں پوچھتا ہوں کیا نبی ﷺ نے یا سیدنا ابو بکرؓ نے یا سیدنا عثمانؓ نے کہیں منع کیا ہے کہ فاتحہ نہ پڑھی جائے بلکہ سیدنا عمرؓ اور سیدنا علیؓ کے متعلق نہ پڑھنے کے بارے میں مصنف نے جو حوالے دیے ہیں وہ بھی غیر معتبر ہیں مؤطا امام مالک ص ۷۹ میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مصنف کو اس مسئلہ میں مطلب کا حوالہ مل گیا تو وہ ان کے نزدیک انتہائی متبع سنت ہو گئے انہی ابن عمرؓ سے رفع یدین کی روایتیں بخاری و مسلم اور مؤطا میں موجود ہیں اس وقت وہ شاید انتہائی متبع سنت نہیں ہوتے۔

مصنف نے سیدنا ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے لم یوقت لنا رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولا (دعاء) ولا قرأۃ الخ۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۴۸۵) نبی علیہ السلام نے ہمارے لئے کوئی خاص دعا اور قرأت مقرر نہیں فرمائی اس سے مصنف نے عدم قرأت پر استدلال کیا ہے حالانکہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ (سورۃ فاتحہ کے علاوہ) کہیں سے بھی قرأت کی جاسکتی ہے اور کوئی بھی دعا مانگی جاسکتی ہے اگر قرأت کی بالکل نفی کر دی جائے تو پھر دعا کی بھی نفی ہو جانی چاہیئے۔ اور شاید حنفیہ اسی لئے دعاؤں سے بھی پرہیز ہی فرماتے ہیں یاد رہے کہ سیدنا ابن مسعودؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ وہ نماز جنازہ میں قرأت فرماتے تھے (ج ۳ ص ۲۹۷)۔

کیا خیال ہے سیدنا ابن مسعودؓ بھی انتہائی متبع سنت تھے یا نہیں آخر میں یہ بھی عرض ہے کہ امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ اور امام اسحٰقؒ کا بھی یہی مسلک ہے (ترمذی ج ۲ ص ۱۴۳)

نماز جنازہ بالجہر

نمبر ۸۷ ص ۸۷۷

حنفیہ نماز جنازہ میں جہر کو جائز نہیں سمجھتے مصنف کا ایک استدلال قرآن پاک کی اس آیت سے ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ (اعراف ۵۵) اپنے رب کو عاجزی اور چپکے سے پکارو۔ سوال یہ ہے کیا اس آیت کا اطلاق حنیفہ کی جہری اور اجتماعی مجالس ذکر پر بھی ہوتا ہے یا نہیں یا یہ صرف نماز جنازہ کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے ایک یہ روایت بیان کی ہے ابوامامہ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد آہستہ آواز میں سورۃ فاتحہ پڑھی جائے پھر تین تکبیریں کہی جائیں اور آخر میں سلام پھیرا جائے (نسائی ص ۲۲۸) ذرا توجہ فرمایئے اس حدیث کا ذکر انہوں نے پچھلے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب میں نہیں کیا کیونکہ اس میں قرأۃ فاتحہ کا ذکر ہے جس سے ان کی قدیمی دشمنی ہے اس باب میں ذکر کر دیا ہے کیونکہ اس میں آہستہ پڑھنے کا ذکر ہے مگر یہ استدلال یقینی نہیں ہے اس وجہ سے کہ مخافت بلکہ خفیہ بھی سر اپڑھنے پر نص نہیں ان الفاظ سے مراد آواز کو آہستہ رکھنا ہے اس موضوع پر تفصیلی گفتگو میری کتاب قد قامت الصلوۃ کے باب آمین میں دیکھیں۔ نیز ابو امامہ تابعی ہیں لہذا یہ حدیث مرسل ہے صحیح حدیث سے نبی ﷺ کا بالجہر پڑھنا معلوم ہوتا ہے اسی طرح مصنف نے گزشتہ باب میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بیان کی ہے کہ انھوں نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ وغیرہ بالجہر پڑھی اور اسے سنت فرمایا یہاں محترم نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ انہوں نے اس سے خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔

سیدنا عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے میں نے سنا (سمعت) کہ نبی ﷺ نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھ رہے تھے حتی کہ میرے دل سے آرزو پیدا ہوئی کاش یہ مرنے والا میں ہوتا (مسلم ص ۳۱۱) اس سے قبل صحیح مسلم ص ۳۱۱ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:۔

فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله الخ

مجھے آپ کی دعا کے یہ الفاظ یاد ہو گئے آپ ﷺ پڑھ رہے تھے اللهم اغفرله الخ۔

مصنف نے امام شوکانی کی نیل الاوطار ج ۴ ص ۶۶ سے یہ تو نقل کر دیا کہ جمہور نے جہر کو مستحب نہیں جانا لیکن تین صفحے آگے ص ۶۹ سے یہ نقل نہ کیا کہ عوف بن مالکؓ کا سمعت اور حفظت کہنا دلالت کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے بالجہر دعا مانگی تھی امام شوکانیؒ فرماتے ہیں ظاہر بات یہ ہے کہ نماز جنازہ جہری اور سری دونوں طرح جائز ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں نماز جنازہ

نمبر ۷۹ ص ۸۸۲

حنفیہ مسجد میں نماز جنازہ کے قائل نہیں۔ مصنف نے یہ حدیث پیش کی ہے من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ (عن ابی ہریرہ ابو داؤد ج ۳ ص ۱۸۲) جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لئے کچھ بھی نہیں ہے صاحب ہدایہ نے فلا اجر لہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں (ص ۱۳۹) پہلے تو مصنف کو ان کی تغلیط کرنی چاہیئے ہدایہ کے حاشیہ میں ابن عبد البرؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اصل الفاظ فلا شئی لہ یا فلا شئی علیہ ہیں عون المعبود والے نسخہ میں فلا شئی علیہ ہیں۔ (ج ۳ ص ۱۸۲) یعنی کوئی حرج نہیں ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں نیز اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے ضعیف قرار دیا ہے (شرح مسلم ص ۳۱۳) ان حالات میں حنفیہ کا اس سے استدلال بالکل کالعدم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ ان کے پاس مسجد میں نماز جنازہ منع ہونے کی قطعاً کوئی دلیل نہیں صحیح مسلم ص ۳۱۲ میں روایت ہے جب سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ نے انتقال فرمایا تو سیدہ عائشہؓ نے حکم دیا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لایا جائے تاکہ وہ بھی ان پر نماز جنازہ پڑھ سکیں لوگوں نے اس بات کو معیوب سمجھا تو فرمایا لوگ کتنی جلدی بھول گئے ہیں نبی ﷺ نے سہیل بن بیضاءؓ کی نماز جنازہ مسجد کے اندر ہی پڑھی تھی۔

مصنف نے اس کی تاویل یوں فرمائی ہے کہ ابن بیضاء کی نماز جنازہ معمول کے مطابق موضع جنائز میں خارج المسجد ہی ہوئی تھی البتہ اس موقع پر جمع ہونے والے لوگ زیادہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں آگئے تھے اس سے سیدہ عائشہؓ یہ سمجھیں کہ نماز جنازہ مسجد میں ہوئی تھی شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحابی سے سیدہ عائشہؓ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قول کی تصدیق منقول نہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کو اشتباہ ہوا ہے۔

خیال فرمایئے سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں نبی ﷺ نے نماز جنازہ فی جوف المسجد یعنی مسجد کے بیچ میں پڑھی یہ فرماتے ہیں باہر پڑھی تھی لوگ اندر جمع ہو گئے تھے شاید یہ حضرت اس وقت مدرسہ دیوبند کے کوٹھے پر چڑھ کر دوربین لگائے دیکھ رہے تھے یہ تاویل ہے یا تحریف یہ ام المؤمنین پر اتہام ہے اور یہ عبداللہ بن ابی ملعون کی سنت ہے فرماتے ہیں کسی صحابی سے سیدہ عائشہؓ کے قول کی تصدیق منقول نہیں میں پوچھتا ہوں جس واقعہ کا سیدہ عائشہ نے حوالہ دیا ہے کیا کسی صحابی سے اس کا انکار منقول ہے؟ کیا کسی ایک نے بھی یہ بات کہی ام المؤمنین آپکو مغالطہ لگا ہے جنازہ تو باہر پڑھا گیا تھا ہجوم اندر جمع ہو گیا تھا کوئی انکار کر بھی کیسے سکتا تھا سیدہ عائشہؓ سات فقہاء صحابہ میں سے ہیں اور بہت دانا ہیں۔

پالن صاحب ایک موقع پر لکھتے ہیں سیدہ عائشہ صدیقہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں اور نبی ﷺ کی چہیتی بیوی ہیں کیا یہ گھر والے جس حدیث کو سمجھ نہیں سکے اس حدیث کو اہل حدیث صاحبان سمجھ گئے اللہ کی پناہ (قرآن و حدیث اور اہل حدیث ص ۶۱) یہاں موقع کی مناسبت سے اگر لفظ اہل حدیث کی جگہ دیوبندی لکھ دیا جائے تو کیسا رہے گا۔

انکا یہ فرمانا کہ لوگ اندر جمع ہو گئے تھے میرے بھائی حنفیہ کے نزدیک تو یہ بھی جائز ہیں (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۶۵)

مصنف نے سیدنا ابوہریرہؓ سے حدیث بیان کی ہے۔

ان النبی ﷺ صف بهم بالمصلی فکبر علیه اربعاً (بخاری باب الصلوة علی الجنائز بالمصلی والمسجد ج ۱ ص ۱۷۷)

نبی ﷺ نے ان کی صفیں بنائیں پھر اس (جاشی) پر چار تکبیریں کہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں بے شک یہ ثبوت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد کے باہر نماز جنازہ پڑھی مگر اس سے انکار کس کو ہے اصل زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ مسجد کے اندر بھی جائز ہے یا نہیں ؟اس منع ہونے کی کوئی صحیح دلیل چاہیئے جو کہ نایاب ہے نیز سوال یہ ہے کہ مصلی کیا چیز ہے مصنف نے اس کا ترجمہ مصلی جنائز کیا ہے یہ نادرست ہے اس سے مراد عید گاہ ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۱۹۹) عید گاہ بھی تو ایک قسم کی مسجد ہی ہے مصلی کے معنی ہی نماز والی جگہ کے ہیں پھر محترم نے اس روایت میں علیہ کا ترجمہ ہی نہیں کیا تاکہ قارئین کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ نے نجاشی کا غائبانہ جنازہ پڑھا تھا جو کہ حنفی شریعت میں جائز نہیں بڑے حضرت لوگ ہیں یہ کتمان حق ان پر ختم ہے۔

مصنف نے اس باب سمیت پوری کتاب میں مصنف ابن شیبہ سے بے شمار حوالے دیے ہیں مگر یہ حوالہ نہیں دیا کہ سیدنا عمرؓ نے سیدنا ابو بکرؓ کا اور سیدنا صہیبؓ نے سیدنا عمرؓ کا جنازہ مسجد ہی میں پڑھا تھا (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۳۶۴) اور ابن ابی شیبہ ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ جنازہ مسجد میں منبر کے سامنے رکھا گیا (ایضاً) حافظ ابن حجرؒ اس کا ذکر کر کے فرماتے ہیں یہ اس کے جواز پر اجماع کی دلیل ہے (فتح الباری ج ۳ ص ۱۹۹) نیز اس سے قبل لکھتے ہیں کہ یہی جمہور کا مذہب ہے امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۴۶) امام احمدؒ امام اسحٰق کا بھی یہی مذہب ہے (تحفۃ الاحوذی)

ذرا حنفیہ کی پالیسی ملاحظہ فرمایئے نبی ﷺ سے نماز عید مسجد میں پڑھنا ثابت نہیں سوائے ایک ضعیف روایت کے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھی (عن ابی ہریرۃؓ ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۴) مگر یہ لوگ نماز عید مسجد میں پڑھتے ہیں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا نبی ﷺ سے اور صحابہ کرام سے ثابت ہے مگر یہ اسے جائز نہیں سمجھتے نہ جانے یہ کیسے اہل سنت ہیں تراویح کے معاملے میں یہ اکثر ہمیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرمین شریفین کا حوالہ دیتے رہتے ہیں انھیں وہاں پڑھی جانے والی نماز [illegible] کا بھی حوالہ دینا چاہیئے۔

آخر میں نہایت ادب کے ساتھ حنفی علماء کرام کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے اب اس قوم کی حالت پر رحم فرمائیں اور انہیں اسلام کے نام پر مزید گمراہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا راستہ ہی اختیار کرنے دیں اور اس راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ شکریہ والسلام

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

20 - 4

علماء طلباء اور عوام کے لئے یکساں مفید

معرکۃ لآرا کتب

مایہ ناز مصنف

خواجہ محمد قاسم

برائے رابطہ: مکتبہ قدوسیہ
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
7351124,7330585